اِیصال ثواب اور اُس کی حقیقت

عادل سہیل ظفر

ایصال ثواب کے مروجہ طریقوں کا قرآن و سنت کی روشنی میں جائزہ

آن لائن ایڈیشن

فہرست مضامین

پیش لفظ (مُقدمہ)

أعوذُ باللَّهِ مِن الشيطانِ الرَّجِيمِ و مِن هَمزِهِ و نفخِهِ و نفثِهِ

بِسمِ اللَّهِ الرَّحمٰنِ الرَّحِيمِ

اِنَّ اَلحمدَ لِلّٰہِ نَحمَدُہُ وَ نَستَعِینُہُ وَ نَستَغفِرُہُ وَ نَعَوُذُ بَاللَّهِ مِن شُرُورِ أنفُسِنَا وَ مِن سِیِّئاتِ أعمَالِنَا، مَن یَهدِہِ اللَّهُ فَلا مُضِلَّ لَهُ وَ مَن یُضلِل؛ فَلا هَادِيَ لَهُ، وَ أشهَدُ أن لا إِلٰهَ إِلَّا اللَّهُ وَحدَهُ لا شَرِيكَ لَهُ، وَ أشهَدُ أنّ مُحمَداً عَبدہُ وَ رَسُولُہُ۔

﴿یَا أَیُّھَا الَّذِینَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَ لا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَ أنتُم مُسلِمُونَ﴾

﴿یَا أَیُّھَا النَاسُ اتَّقُوا رَبَّکُم الَّذِی خَلَقَکُم مِن نَفسٍ وَاحِدَةٍ وَ خَلَقَ مِنهَا زَوجَهَا وَ بَثَّ مِنهُمَا رِجَالاً کَثِیراً وَ نِسَاءً وَ اتَّقُوا اللَّهَ الَّذِی تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالأرحَامَ إِنَّ اللَّهَ کَانَ عَلِیکُم رَقِیباً﴾

﴿یَا أَیُّھَا الَّذِینَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَ قُولُوا قَولاً سَدِیداً O یُصلِح لَکُم أعمَالَکُم وَ یَغفِر لَکُم ذُنُوبَکُم وَ مَن یُطِعِ اللَّهَ وَ رَسُولَهُ فَقَد فَازَ فَوزاً عَظِیماً﴾

أمَا بَعدُ ؛ فَإِنَّ أصدَقَ الحَدِیثِ کِتَابُ اللَّهِ، وَخیرَ الهُدٰی هُدٰي مُحمَّدٍ صلی اللَّه علیه وعلی آله وسلم ، وَ شَرَّ الأمُورِ مُحدَثَاتُهَا ، وَ کَلَّ مُحدَثَةٍ بِدعَةٌ، وَ کُلَّ بِدعَةٍ ضَلالَةٌ، وَ کُلَّ ضَلالَةٍ فِي النَّارِ۔

اِن اِلفاظ کو خُطبۃُ الحاجہ کہا جاتا ہے اور یہ وہ اِلفاظ ہیں جن سے رَسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اپنے خُطبات، دروس، اور وعظ کا آغاز فرمایا کرتے تھے، رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے اُسوہِ حسنہ پر عمل کرتے ہوئے میں بھی اپنی بات کا آغاز اِسی خُطبہ سے کر رہا ہوں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہُ اللہ کا فرمان ہے کہ """ یہ خُطبہ نظامِ اِسلام اور ایمان میں گِرہ کی حیثیت رکھتا ہے """ مگر افسوس کہ ہمارے نظامِ زندگی میں جو جو گِرہ اللہ اور رَسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے لگائی اُنہیں ہم کھولے جا رہے ہیں اور جو جو دُشمنانِ دین نے لگائی ہیں اُن پر پُھونک پُھونک کر ہم اُنہیں پکا کیے جا رہے ہیں، کھولنا تو درکنار کھولنے کا ذِکر بھی گوارا نہیں کرتے ۔

ہماری اُمت پر آنے والی مصیبتوں میں سے ایک بہت بڑی مصیبت یہ ہے کہ ہمارے بہت سے دینی مسائل اور بہت سے معاشرتی معاملات کی شکلیں بگاڑ کر ہماری زندگیوں میں اُنہیں رائج کر دیا گیا ہے، اور ہماری اکثریت، جہاں کہیں سے، جو کُچھ، جس حالت میں بھی مِل رہا ہے اُسے بِلا حیل و حُجت قبول کر کے اُس پہ عمل کیے چلی جا رہی ہے، یہ دیکھے اور سوچے بغیر کہ جو کُچھ دین اور اِسلام کے نام پر ہمیں دیا جا رہا ہے کیا واقعتاً یہ دینِ اِسلام میں سے ہے بھی یا نہیں اور جس کے پاس جو کُچھ ہے اُس کی سچائی کی چھان بین کیے بغیر وہ اُس پر خوش اور راضی ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے گروہ بندی اور جماعت بندی کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا :

﴿كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ::: اور ہر گروہ اُس پر خوش ہے جو کُچھ اُس کے پاس ہے﴾ سُورت الروم/آیت 36،
اور اِس سے بڑھ کر مصیبت یہ ہے کہ ﴿وَإِذا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا :أَوَ لَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ شَيْئاً وَلَا هُمْ يَهْتَدُونَ::: اور جب اُنہیں کہا جاتا ہے کہ جو کُچھ اللہ نے نازل کیا ہے اُسکی اِتباع (اُس پر عمل) کرو تو (یہ) کہتے ہیں کہ ہم تو اُسکی اِتباع (اُس پر عمل) کریں گے جِس پر ہم نے اپنے آباءَ و اجداد (بڑے بزرگوں) کو پایا ہے، خواہ اُن کے آباءَ و اجداد (بڑے، بزرگ) نہ تو کوئی سمجھ رکھنے والے ہوں اور نہ ہی ھدایت یافتہ ہوں؟﴾ سُورت البقرہ/آیت 170،

اللہ تعالیٰ کے اِس فرمان کے عملی نمونے آج بھی ہمیں اپنے اِرد گِرد نظر آتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہر گُمراہی سے محفوظ رکھے۔

اِیصالِ ثواب بھی اِن بگاڑ دیے گئے مسائل میں سے ایک مسئلہ ہے اور حسبِ عادت اِس مسئلے کو بھی اندھی تقلید اور آبا ء و اجداد کی پیروی کی بُنیاد پر اِختلافی اور نزاعی مسئلہ بنا لیا گیا ہے، اگر دِل و دماغ سے تعصب کی پٹی اُتار کر تحقیقی نظر سے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہاں بھی بہت سے دوسرے مسائل کی طرح اصل میں کوئی اِختلاف ہے نہیں، بلکہ اِختلاف پیدا کر لیا گیا ہے، کِسی چیز کو اُس کی اصل جگہ سے ہٹا کر کِسی اور جگہ پر پُہنچا دینا بھی ہمارے دینی مشغلوں میں سے ایک مشغلہ ہے، اور یہ شر ہے، کیونکہ خیر اور شر کی تعریف یہ کی گئی ہے """ کِسی چیز کو اُس کی دُرُست جگہ پر رکھنا خیر ہے اور غلط جگہ پر رکھنا شرّ ہے """،

اِسی شرّ کا شِکار ہو کر اِیصالِ ثواب کو بھی اُس کی جگہ سے اُٹھا کر کہیں کا کہیں پُہنچا دیا گیا ہے،
اب حالت یہ ہو چُکی ہے کہ نہ تو مرنے والے کو چین سے مرنے دیا جاتا ہے یعنی مرنے سے پہلے ہی اُسے اپنے لیے اِیصالِ ثواب کے انتظامات میں مشغول کر دیا جاتا ہے، اور نہ ہی مرنے کے بعد مُردے اور اُسکے لواحقین کو آرام یا سُکون پُہنچایا جاتا ہے بلکہ ایسے کام کرنے اور کروانے کا چلن ہو گیا ہے جِن کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا، نہ ہی آگے جانے والوں کو اور نہ ہی پیچھے رہ جانے والوں کو، البتہ یہ کام کروانے والے کُچھ دُنیاوی فائدہ ضرور حاصل کر لیتے ہیں، کھانے پینے کو مزے دار چیزیں مِل جاتی ہیں، کپڑے لتّے کا بھی کُچھ اِنتظام ہو جاتا ہے، اور بِسا اوقات نقد بھی مل جاتا ہے، بلکہ وہ لوگ جو دوسروں سے یہ کام کرواتے ہیں اُنکا مقصد تو یہی ہے کہ نقد دیا جائے، کُھل کر مُدعا بیان کر نہیں سکتے لِہذا فرماتے ہیں کہ """سب سے افضل اور بہتر صورت تو یہی ہے کہ مستحقین کو نقد تقسیم کر دیا جائے کیونکہ نہ معلوم اِنہیں کیا ضرورت ہے """، ولاحول ولاقوۃ الا باللہ، وھوَ المُستعان وإلیہ اشتکی،

یہ افسوسناک فتویٰ ایک بڑے معروف عالم کا ہے ، جنہیں مفتی، بلکہ ایک زمانے میں مُفتیِ اعظم ہونے کا اعزاز بھی مہیا تھا ، کوئی پُوچھے تو کہ افضل اور مفضُول ، بہتر اور کمتر ، میں فرق کرنے کے لیے کون سا پیمانہ اِستعمال کر کے اِس قِسم کے فتوے دیے جاتے ہیں اللہ جانے کہ اِس قسم کے فتوے دینے والے جو کہ بُہت بڑے عالِم بنے ہوتے ہیں ، اور اِن فتووں پر عمل کروانے والے جو ذرا کُچھ چھوٹے عالِم ہوتے ہیں ، مگر ہوتے عالِم ہی ہیں ، اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کیوں یاد نہیں رکھتے : :

﴿قُل هَل نُنَبِّئُكُم بِالأَخسَرِينَ أَعمَالاً O الَّذِينَ ضَلَّ سَعيُهُم فِي الحَيَاةِ الدُّنيَا وَ هُم يَحسَبُونَ أَنَّهُم يُحسِنُونَ صُنعاً::: فرمایے (اے نبی) کیا ہم تمہیں اُن کی خبر نہ دیں جِن کے اعمال بہت زیادہ خسارے والے ہیں O یہ وہ لوگ ہیں جِن کی ساری کوشش دُنیا کی زندگی میں بھٹکی ہوتی ہے اور یہ سمجھتے کہ وہ بہت اچھے کام کر رہے ہیں﴾ سُورت الکھف/آیات 104,103 ،

اِن جیسے عُلماء کرام ، مُفتیانِ عظام ، اِمام الاَنبیاء رَسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ و علی آلہ و سلم کا یہ فتویٰ کیوں بُھول جاتے ہیں کہ ﴿بَشِّر هَذِهِ الأُمَّةَ بِالسَّنَاءِ وَ التَمكِينِ فِي البِلادِ وَ الرَّفعَةِ فى الدِينِ، وَمَن عَمِلَ مِنهُم بِعَمَلِ الآخِرَةِ للدُنيا، فَلَيسَ لَهُ فِي الآخِرَةِ مِن نَصِيبٌ::: اِس اُمت کو بُلند رتبوں اور ملکوں میں اُس کی مضبوطی اور دین کی بُلندی کی خُوشخبری دو ، اور اُن (میری اُمت کے لوگوں) میں سے جِس نے آخرت کا کوئی کام دُنیا کے کِسی مقصد کے لیے کیا تو اُس کے لیے آخرت (کی خیر) میں کوئی حصہ نہیں﴾

اِس حدیث شریف کو اِمام احمد اور اُنکے بیٹے عبداللہ نے زوائد المسند میں ، اِمام ابنِ حبان نے اپنی صحیح میں ، اور اِمام الحاکم نے اپنی المُستدرک میں اِس حدیث کو روایت کیا ، اور اسے صحیح قرار دیا ، اِمام الذھبی نے بھی اِمام الحاکم کی بات کو درست قرار دیا ، اِمام الالبانی نے کہا کہ عبداللہ ابن احمد کی سند اِمام بُخاری کی شروط کے مطابق صحیح ہے ۔ رحمہم اللہ جمعیاً ۔

تو دُنیا کی چند چیزیں حاصل کرنے کے لیے دِین کی آڑ لینے والے اللہ تعالیٰ اور رَسُول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کے اِن اِرشادات پر ذرا غور فرمائیں اور اپنی اور دوسروں کی آخرت تباہ نہ کریں ، نہ خود شیطان کا کھلونا بنیں اور نہ ہی دوسروں کو شیطان کے ہاتھوں میں پہنچائیں ، یہ بدبخت تو ہر وقت اِنسان کو دھوکہ دیتا رہتا ہے ، کِسی کے مرنے کے بعد اُس کے لواحقین کو سب سے زیادہ جِس بات کے ذریعے شیطان بھٹکاتا ہے ، وہ ہے مرنے والے کے لیے اُس کے ساتھ یا اُس کے بعد کُچھ ثواب پہنچوانا ، اسی عمل کو """ اِیصالِ ثواب """ کہا جاتا ہے ،

کُچھ لوگ تو مرنے والے کے مرتے ہی اُسے ثواب پُہنچانا شروع کر دیتے ہیں اور کُچھ لوگ مُردہ دفنانے کے بعد شروع کرتے ہیں ، اِن کاموں میں سے جو کہ اِس موقع پر کیے یا کروائے جاتے ہیں ، کیا درست ہے اور کیا نہیں ؟

الحمد للہ ، اِس کتاب میں اِس مسئلہ کو قُران کریم اور صحیح سُنّت مبارکہ کی روشنی میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے ، اور الحمد للہ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ ہماری شریعت مُطھرہ میں وہ کون سے کام ہیں جن کا ثواب اِنسان کے مرنے کے بعد اُسے پُہنچتا ہے ۔

میں نے اِس کِتاب کو آسان اور بالکل عام فہم زبان میں لکھا ہے اور ہر ممکن کوشش کی ہے کی ایسے اِلفاظ اِستعمال نہ کیے جائیں جنہیں سمجھنا پڑہنے والوں کے لیے مُشکل ہو ، ہو سکتا اِس وجہ سے پڑہنے والوں کو کوئی الفاظ یا جملے لغوی قواعد کے خلاف محسوس ہوں ،

ایسی کسی غلطی پر نظر کرنے والے قاری سے گذراش ہے کہ وہ مذکورہ بالا بات کو یاد رکھے ، کہ میں نے اِس کتاب کو لکھتے ہوئے الفاظ کی لغوی درستگی اور خوش نمائی کی طرف کچھ توجہ نہیں رکھی ، اور نہ ہی ادبی رنگینی کی طرف ، میرا ہدف عام قاری کے لیے زیادہ سے زیادہ آسانی سے سمجھ میں آنے والے اسلوب میں لکھنا تھا ، اسی لیے اُردُو کی لکھائی کے عام معمول سے ہٹ کر میں نے اُردُو عبارات پر بھی ضروری اَعراب کو مسلسل ظاہر کیا ہے ،

قُرآن حکیم کی آیات شریفہ ، اَحادیث مُبارکہ ، اور ائمہ (اِماموں) رحمہم اللہ جمعیاً کے اقوال (باتوں) کا ترجمہ بھی سلیس زُبان میں کِیا ہے ، جہاں جہاں جو کُچھ قوسین ( ) کے درمیان ہے وہ بات کی روانی برقرار رکھتے ہوئے اُس کے معنیٰ اور خاص طور پر اُس بات کے مفہوم کو واضح ترین کیے جانے کی غرض سے اضافہ ہے ، تا کہ پڑھنے والا تعلیمی اعتبار سے خواہ کسی بھی طبقے سے تعلق رکھتا ہو بات کو اچھی طرح سے سمجھ سکے ، اِن شاءَ اللہ تعالیٰ ۔

ہر اچھائی کی توفیق اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے ، اور ہر غلطی نفس کی جانب سے ، اور معصوم سِوائے نبیوں اور رَسُولُوں کے کوئی نہیں ہوتا ، لہٰذا قارئین سے گُذارش ہے کہ اگر وہ میری کِسی غلطی کو پائیں تو مجھے اُس کی اِطلاع ضُرور کریں ، تا کہ اُس کی اِصلاح کی جا سکے ، اِن شاء اللہُ تعالیٰ ۔

اللہ تعالیٰ میری اِس کوشش کو پڑھنے اور سُننے والوں کی ہدایت کا ذریعہ بنائے اور اِسے قبول فرمائے اور مُجھ پر راضی ہو ، اور میرے اور ہر اُس مُسلمان بھائی کے آثار صالحہ اور عِلمِ نافع میں شامل فرمائے جِس نے اِس کی تیاری اور اِشاعت میں میری مدد کی ۔

عادِل سُہیل ظفر ، بتاریخ ، یکم ، جمادی الثانی 1426 ہجری /// متبادل 7/7/2005 عیسوی ۔

دوسرے اصدار کا مقدمہ

الحمد للہ ، اس کتاب کا پہلا اصدار تو 2005 عیسوئی میں ہی چھپ کر نشر ہو چکا ، اُس کے بعد ایک عرصہ تک اِس کتاب کی

کتابت کے رنگ وڈھب کو تبدیل کرنے، اور اس میں کچھ اضافے کرنے کی نیت سے روکے رکھا،
اب اللہ کی عطاء کردہ توفیق سے اِس کا دوسرا اصدار تیار کر پایا ہوں۔
اِس اصدار میں کئی عبارات میں ایسے اضافے کیے گئے ہیں جو عبارات کو مزید آسان فہم کرنے والے ہیں، اور "نذر" ماننے اور پورا کرنے کے بارے میں بھی بنیادی اور اَہم معلومات شامل کی ہیں۔

اِیصالِ ثواب کے مروجہ طریقوں کی حقیقت اور اُنکا حکم

ایصالِ ثواب کا معنی ہے ثواب پہنچانا، اور اِس کے لیے ہمارے معاشرے میں طرح طرح کی رسمیں اور رواج بنا لیے گئے ہیں جنہیں اِیصالِ ثواب کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے، اپنے اپنے مُردے کو بخشوانے کے لیے یا اُس کے درجات کو بُلند کرنے کے لیے، مُردہ دفنانے کے فوراً بعد اِن رسموں پر عمل شروع کر دیا جاتا ہے، اور یہ سب کام کرنے والے سمجھ رہے ہوتے ہیں کہ اُن کے مُردے کو ثواب پہنچ رہا ہے، جبکہ حقیقتاً ایسا نہیں ہوتا،

::: دو اہم سوال :::

(۱) اِیصالِ ثواب کے لیے طرح طرح کے کام کرنے اور کروانے والوں کو اِس بات کا کیا یقین ہے کہ اُن کے یہ کام اللہ تعالیٰ نے قبول کر لیے ہیں؟

(۲) دُوسرا یہ کہ اگر قبول ہو بھی گئے ہیں تو کیا اللہ تعالیٰ اِن کے کہنے پر اجر و ثواب اِدھر اُدھر بانٹے گا، گویا کہ وہ اِن لوگوں کے حکم کا پابند ہے کہ جو کُچھ وہ کہہ رہے ہیں وہ ہی کرے گا، یا اللہ تعالیٰ اپنی مرضی سے اپنے کام کرتا ہے؟

بلا شک و شبہ اِیصالِ ثواب ایک دینی مسئلہ ہے اور ایسا مسئلہ ہے جِس کا تعلق عقیدے اور عِبادت دونوں سے ہے، دین کے کِسی بھی مسئلے کا حکم جاننے کے لیے مندرجہ ذیل میں سے کِسی ایک چیز کی دلیل کا ہونا ضُروری ہے :::

(1) قُرآن (2) صحیح حدیث (3) آثارِ صحابہ رضی اللہ عنھُم أجمعین

""" اَثرٌ کا مطلب ہے نشانی، یا نقشِ قدم اور صحابہ رضی اللہ عنھُم کے اَقوال و اَفعال کو علم مصطلع الحدیث میں آثار کہا جاتا ہے """،

(4) اِجماع (5) اِجتہاد یا قیاس۔

چونکہ عِبادت اور عقیدے کے مسائل میں اِجتہاد یا قیاس کی کوئی گُنجائش نہیں، اِس کے لیے قُرآن اور صحیح حدیث دونوں یا دونوں میں سے کِسی ایک میں سے نصِ صریح یعنی واضح دلیل کا ہونا ضُروری ہے اگر قرآن اور حدیث میں سے کوئی صریح نص یعنی بالکُل واضح جواب نہ مِل سکے تو پھر آثارِ صحابہ رضی اللہ عنھُم أجمعین اور اِجماع کی طرف توجہ کی جاتی ہے، لہٰذا کِسی اور طرف دیکھنے سے پہلے، ہم یہ تلاش کرتے ہیں کہ قُرآن اور صحیح احادیث کی روشنی میں اُوپر

ذِکر کیے گئے دو سوالوں کا کیا جواب ہے،
ان سوالوں کے جواب جاننے کے لیے ضروری ہے کہ ہم قرآن کریم اور صحیح ثابت شدہ سنت شریفہ کی روشنی میں""" علم ءِ غیب""" کی حقیقت سمجھیں، اس کے لیے میں یہاں مختصر طور پر علم ءِ غیب کا تعارف ہی پیش کروں گا جو اِن شاء اللہ مسئلے کی حقیقت سمجھنے کے لیے کافی ہو گا،

علمِ غیب کا تعارف

کِسی کا کوئی عمل اللہ کے ہاں قبول ہوا کہ نہیں اِس کے بارے میں کوئی بھی شخص حتمی فیصلہ نہیں دے سکتا کیونکہ یہ معاملہ عِلمِ غیب کا ہے اور غیب کا کوئی بھی معاملہ جاننے کے لیے اللہ تعالیٰ یا رَسُول اللہ صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم کی طرف سے خبر کی ضُرورت ہے، اگر یہ خبر مُیسر نہیں تو پھر ایسے کسی معاملے میں کوئی حکم دینا گویا کہ علمِ غیب جاننے کا دعویٰ کرنا ہے، اور یہ سراسر شِرک اور اللہ تعالیٰ اور اُس کے نبی محمد صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم کے اِرشادات کا اِنکار ہے ، اللہ سُبحانہُ و تعالیٰ فرماتا ہے ﴿قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ::: کہو (اے رسُول) زمین اور آسمانوں میں جو کوئی بھی ہے (اُن میں سے کوئی بھی) غیب نہیں جانتا سِوائے اللہ کے اور وہ سب ہی اِس بات کا شعور (عِلم) نہیں رکھتے کہ کب اُنہیں دوبارہ زندہ کیا جائے گا﴾سُورت النمل/آیت 65،

اورمزیدارشاد فرمایا ﴿وَ عِندَهُ مَفَاتِحُ الغَيبِ لا يَعلَمُهَآ اِلَّا هُوَ:::اور غیب (کے عِلم اور خزانوں) کی چابیاں اُس (اللہ) کے پاس ہیں کوئی نہیں جانتا اُن (چابیوں) کے بارے میں سِوائے اللہ کے﴾سُورت الانعام/آیت 59،

اورارشاد فرمایا ﴿وَ لِلَّهِ غَيبُ السَّمٰوٰتِ وَ الاَرضِ وَ إِلَيهِ يُرجَعُ الأمرُ كُلُّهُ:::اور زمین اور آسمانوں کا (عِلمِ) غیب اللہ کے لیے ہی ہے اور اُسی کی طرف ہر کام پلٹتا ہے﴾ سُورت ھُود/آیت 123،

اور اِرشاد فرمایا ﴿وَ لِلَّهِ غَيبُ السَّمٰوٰتِ وَ الاَرضِ:::اور زمین اور آسمانوں کا (عِلمِ) غیب اللہ کے لیے ہی ہے﴾سُورت النحل/آیت 77،

اورارشاد فرمایا ﴿عَالِمُ الغَيبِ فَلا يُظهِرُ عَلىٰ غَيبِهِٓ أحداًO اِلَّا مَنِ ارتَضىٰ مِن رَّسُولٍ فَاِنَّهُ يَسلُكُ مِن بَينِ يَدَيهِ وَمِن خَلفِهِ رَصَداً:::(اللہ) عالِمُ الغیب ہے پس اپنا عِلمِ غیب کسی پر ظاہر نہیں کرتاO سِوائے اُسکے، جس کو رَسُولوں میں سے (اللہ) چُن لے لہٰذا بِلا شک اُس (چُنے ہوئے رَسُول) کے آگے، پیچھے (اللہ کی طرف سے) حفاظت

کرنے والا چلتا ہے ﴾سُورت الجِن / آیات 26،27۔

اور رَسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم نے فرمایا ﴿مفَاتِیحُ الغِیبِ خَمسٌ لایَعلَمُهَا إِلَّا اللَّه،لا یَعلمُ مَا تَغِیضُ الأرحامُ إِلّا اللَّه، ولایَعلمُ مَا فیغَداً إِلَّا اللَّه،ولا یَعلمُ مَتىٰ یأتی المَطرُ أحدٌ إِلَّا اللَّه ،و لا تَدرِی نَفسٌ بِأیّ أرضٍ تَموتُ إلا اللَّه، ولایَعلمُ مَتىٰ تَقُومُ السَّاعَةُ إلا اللَّه::: غیب کی چابیاں پانچ ہیں، اللہ کے سِوا اُنہیں کوئی نہیں جانتا،رحم (بچہ دانی) میں کیا ہے سِوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا ، اور کل کیا ہونے والا ہے سِوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا ، اور بارش کب ہو گی سِوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا اور کون کِس جگہ مرے گا سِوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا ، اور قیامت کب قائم ہو گی سِوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا﴾ صحیح البُخاری /حدیث 7379/کتاب التوحید/باب 4۔

اور اُم المؤمنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا نے فرمایا ﴿مَن حَدَّثَكَ أنَّ مُحمَداً صلى اللَّه عَلیهِ وعَلىٰ آلهِ وسلَّم رَأىٰ ربَهُ فَقَد كَذَب، وهُوَ یَقُول﴿لا تُدرَكهُ الأبصارُ﴾و مَن حَدَّثَكَ أنَّهُ یَعلَمُ الغَیبَ فَقَد كَذَب، وهُوَ یَقُول﴿لا یَعلَمُ الغَیبَ إِلَّا اللَّه﴾،

ترجمہ ::: جو تمہیں یہ کہے کہ محمد صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے تو یقیناً اُس (یعنی یہ بات کہنے والے) نے جھوٹ بولا، کیونکہ اللہ تو کہتا ہے کہ ﴿اُسے (یعنی اللہ تعالیٰ کو) آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں﴾اور جو تمہیں یہ کہے کہ وہ (یعنی محمد صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم) غیب جانتے ہیں تو یقیناً اُس (یعنی یہ بات کہنے والے) نے جھوٹ بولا، کیونکہ اللہ تو کہتا ہے کہ ﴿سِوائے اللہ کے غیب کا عِلم کوئی نہیں جانتا﴾ صحیح البُخاری /حدیث 7380/ کتاب التوحید/باب 4۔

اِسکے عِلاوہ اور بھی صحیح احادیث ہیں جو کہ اِس عقیدے کو ثابت کرتی ہیں کہ اللہ سُبحانہُ و تعالیٰ کے سِوا کوئی عالِم غیب نہیں ہے ، لہٰذا اللہ کے سِوا کِسی اور کو عالِم غیب ماننا، یا سمجھنا، کُلیاً یا جُزیاً ، ہر گز ہر گز درست نہیں ہے ، اولیاء اللہ ، أتقیا، ابرار ، صالحین ،عُلماء ، مجاھدین، وغیرہ کوئی کُچھ بھی ہو نبی یا رسُول نہیں ہوتا ، اور غیب کی خبر اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسولوں کو ہی کی جاتی ہے کِسی اور کو نہیں ،پس انبیاء اور رسولوں علیہم السلام بھی بذات خود اپنی کسی ذاتی کوشش کی بناپر غیب کی کوئی بات نہیں جانتے تھے ، صِرف وہی ،اور اتنی ہی خبر جانتے تھے جو اللہ تعالیٰ انہیں بتاتا تھا،

بلکہ رسُولوں علیہم السلام میں سے بھی صرف اُنہیں جِنہیں اللہ تعالیٰ اِس کے لیے چُنتا ہے ، سُورت الجِن/ آیت

26 میں اللہ تعالیٰ نے خُود ہمیں یہ بتایا ہے پچھلے صفحے پر یہ آیت ذِکر کی گئی ہے ، اِس آیت اور اُوپر ذِکر کی گئی دیگر آیات اور احادیث کی روشنی میں یہ ثابت ہوچُکا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے عِلاوہ کِسی دوسرے کو """عالِمِ غیب""" ماننا سراسر باطل عقیدہ ہے ، اب اِس بد عقیدگی کو چُھپانے کے لیے اُسے """ عِلمِ لدُنی """ کہا جائے """ کشفِ قبور """ کہا جائے ، """ مُکاشفۃ الاموات """ کہا جائے """ وجدان """ کہا جائے ، """ حالتِ جذب """ کہا جائے ، """ اِلقاء """ کہا جائے ، """ اِلہام """ کہا جائے ، یا کوئی بھی اور نام دیا جائے غلط چیز غلط ہی رہتی ہے ، کیونکہ نام بدلنے سے حقیقت نہیں بدلتی ، لہٰذا یہ بات طے شُدہ ہے کہ جب کِسی چیز پر شریعت کا کوئی حُکم لگایا جاتا ہے تو اُس چیز کے نام کے مُطابق نہیں بلکہ اُس چیز کی حقیقت کے مطابق اُس پر حُکم لگایا جاتا ہے ، یہ قاعِدہ اور قانون ہے ، جو کہ رَسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی مندرجہ ذیل حدیث کی روشنی میں اپنایا گیا ہے :::

﴿يَشرَبُ نَاسٌ مِن أُمتِي الخَمرَ يُسمُّونَهَا بِغيرِ إِسمِهَا::: میری اُمت میں سے لوگ شراب پیئیں گے اور اُسے (حلال ثابت کرنے کے لیے) کوئی اور نام دیں گے﴾ سُنن النِسائی/حدیث/6567 کتاب الاَشربہ/باب41،

یہ اِلفاظ اِمام النسائی رحمہُ اللہ نے اپنی سُنن میں نقل کیے ہیں ، جبکہ اِس حدیث کو اِلفاظ کے تھوڑے بہت فرق کے ساتھ مُختلِف صحابہ سے اِمام الطبرانی ، اِمام الدارمی ، اِمام الحاکم ، اِمام ابو داؤد ، اِمام ابنِ ماجہ رحمہم اللہ جمعیاً نے اپنی اپنی کِتابوں میں نقل کیا ہے اور اِمام الالبانی رحمہُ اللہ نے اپنی کِتاب سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ حدیث نمبر 91 کی تحقیق میں اِس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے ،

لہٰذا اب اگر شراب کو کوئی اور نام دے کر پیا جا رہا ہے تو وہ شراب ہی رہتی ہے ، اُسے آبِ جو ، انگور کی بیٹی ، سیب کا رس وغیرہ کہنے سے اُس کی حقیقت نہیں بدلتی ، اِسی طرح عِلمِ غیب ، عِلمِ غیب ہی ہے ، کوئی بھی اور نام دینے سے اُسکی حقیقت نہیں بدلتی اور عِلمِ غیب جاننے کا ذریعہ صِرف اور صِرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والی وحی ہے اور وحی صِرف اور صِرف نبیوں اور رسُولوں کو ہی کی جاتی ہے ۔

محترم قارئین ، ہمارا مُوضوع اِس وقت نہ تو عِلمِ غیب ہے اور نہ ہی فِقہ کے قواعِد اور قوانین ، عِلمِ غیب کا یہ مُختصر سا تعارف اِس لیے پیش کیا گیا ہے کہ آپ ایصالِ ثواب ، بلکہ کِسی بھی دوسرے عقیدے اور عِبادت کی حقیقت اور اُس کے شرعی حُکم کو آسانی سے سمجھ سکیں ، اللہ تعالیٰ ہمیں حق کو پہچان کر اُس کی اِتباع کی توفیق عطا فرمائے ، اور شرک و بدعات سے محفوظ فرمائے ۔

عِلمِ غیب کا تعارف حاصل کرنے کے بعد ہمیں اِیصالِ ثواب سے متعلق ہمارے پہلے اور دوسرے بلکہ اِن کے عِلاوہ جو

جو بھی سوالات ذہن میں آتے ہیں اُن تمام سوالات کا جواب بڑی وضاحت سے مِل جاتا ہے ،

پہلے سوال کا جواب : : :

ہمارا پہلا سوال تھا کہ :::

(1) اِیصالِ ثواب کے لیے طرح طرح کے کام کرنے اور کروانے والوں کو اِس بات کا کیا یقین ہے کہ اُن کے یہ کام اللہ تعالیٰ نے قبول کر لیے ہیں ؟

تو اِس کا جواب ہے کہ قطعاً کوئی یقین نہیں ، کیونکہ نہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسی کوئی یقین دہانی کروائی گئی ہے اور نہ ہی اللہ کے رَسُول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی طرف سے ، اور جیسا کہ اُوپر واضح کیا گیا ہے کہ کِسی عمل کے مقبول یا نا مقبول ہونے کا عِلم ، عِلمِ غیب ہے ، اور عِلمِ غیب سِوائے اللہ تبارک و تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا ، جس کی وضاحت ابھی پیش کی گئی ہے ، مزید برآں نہ ہی صحابہ رضی اللہ عنہم اَجمعین کی طرف سے کوئی صحیح خبر ایسی ملتی ہے کہ جِس کی بُنیاد پر ، اللہ کے ہاں کِسی کے کِسی عمل کی قبولیت کا یقین ہو جائے ، اور جب کِسی عمل کی قبولیت کا کوئی ثبوت نہیں تو پھر اُس کا اَجر و ثواب کِسی دوسرے کو کیسے دیا جا سکتا ہے ؟؟؟

بڑی آسان اور سیدھی سی بات ہے اور ہر شخص یہ جانتا ہے کہ جو چیز اپنی ملکیت ہی نہیں وہ کِسی دوسرے کو کیسے دی جا سکتی ہے ؟؟؟

یقیناً اِس کام کے لیے شرعی اور قانونی طور پر کوئی جائز طریقہ نہیں ہوتا ،

اِس مُقام پر ایک بات کی وضاحت کرتا چلوں ، گو کہ ہم اپنے کِسی عمل کی قبولیت کا یقین نہیں کر سکتے ، لیکن اُس کی قبولیت کی اُمید ضرور رکھ سکتے ہیں ، اور وہ بھی اُس صُورت میں جبکہ اُس عمل میں اللہ تعالیٰ کے دربار میں قبول ہو جانے کی شرطیں مُوجُود ہوں ، اور وہ شرطیں اللہ تعالیٰ اور اُس کے رَسُول مُحمد صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی طرف سے عائد کی گئی ہیں ، کسی بھی اور کو یہ حق ہی نہیں تھا ، اور نہ ہے کہ وہ کسی کے کسی عمل کو اللہ کے ہاں مقبول قرار دے سکے ،

اللہ جلّ جلالہُ کا فرمان ہے ﴿فَمَن كَانَ يَرجُو لِقَاءَ رَبِّهِ فَليَعمَل عَمَلاً صَالِحاً وَ لا يُشرِك بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَداً::: اور جو اللہ سے ملنے کا یقین رکھتا ہے اُسے چاہیے کہ وہ صالح (نیک) عمل کرے اور اپنے رب کی عِبادت میں کِسی کو شریک نہ کرے﴾ سُورت الکھف / آیت 110 ،

اِمام ابنِ کثیر رحمہُ اللہ نے اِس آیت شریفہ کی تفسیر میں فرمایا کہ عملِ صالح وہ ہے جو کہ شریعت کے موافق ہو ،

پس اللہ تبارک و تعالیٰ کے ہاں کِسی کام کی قبولیت کی اُمید کے لیے بھی اِن دو شرطوں کا ہونا ضُروری ہے ، ایک یہ کہ وہ کام صِرف اور صِرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصُول کے لیے کیا جائے اور دوسری یہ کہ وہ کام نبی علیہ الصلاۃُ والسلام کے طریقے کے مُطابق ہو ، اگر یہ دونوں شرطیں یا اِن دونوں میں کوئی ایک شرط کِسی کام میں مُوجُود نہیں تو اُس کام کے قبول ہونے کی اُمید بھی نہیں کی جا سکتی بلکہ اُس کام کے دُھتکارے جانے کا یقین رکھنا چاہیے ، کیونکہ اُس کے دُھتکارے جانے ، اُس کے مردُود ہونے کی خبر ہمیں اُس ہستی نے کی ہے جِس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے گواہی دی ہے کہ :::

﴿وَمَا يَنطِقُ عَنِ الهَوىO اِن هُوَ اِلَّا وَحِيٌ يُوحىٰ:::اور (ہمارا رَسُول) اپنی مرضی سے نہیں بولتاOوہ (یعنی اِس کا کلام) سِوائے وحی کے اور کُچھ نہیں﴾سُورت النجم/آیات ، 3،4

اور رَسُول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کا فیصلہ ہے کہ :::

﴿مَن عَمِلَ عَملاً ليس عليهِ أمرُنَا فَهُوَ رَدٌّ:::ہر وہ کام مردُود ہے ، جو کام ہمارے معاملے کے مُطابق نہیں ہے﴾(یعنی جِس کام کو کرنے کا ہماری طرف سے کوئی ثبوت نہیں ہے وہ کام اللہ تبارک وتعالیٰ کے ہاں مقبول نہیں بلکہ نامنظور کر کے کرنے والے کی طرف پلٹا یا ہوا ہوتا ہے) صحیح مُسلم/حدیث 1718،

قارئین کرام، خوب اچھی طرح سے دِل نشین کر لیجیے کہ ، رَسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کے طریقے سے ہٹ کر کیے گئے کاموں کو رَسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے بدعت قرار دیا اور ہر بدعت کو گُمراہی ، اور ہر گُمراہی کا انجام آگ (جہنم) قرار دیا ہے ، اِس کِتاب کے مُقدمے کے آغاز میں جو خُطبۃ الحاجہ لکھا گیا ہے اُس میں رَسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی طرف سے واضح طور پر یہ سب کُچھ بیان کر دیا گیا ہے ، لہٰذا ہر وہ کام جو کہ رَسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم سے ثابت نہیں وہ بدعت ہے اور اُس کا ٹھکانا جہنم کی آگ ہے ، اِس میں کِسی اچھی یا بُری بدعت کی کوئی گُنجائش نہیں ، کیونکہ رَسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے تو اِرشاد فرمایا ہے ﴿كُلَّ بِدَعَةٍ:::ہر بدعت﴾سیئہ یا حسنہ یعنی بُری یا اچھی کی تقسیم نہیں کی اور نہ ہی کِسی کے لیے ایسی کِسی تقسیم کی کوئی گُنجائش چھوڑی ، لہٰذا میں تو یہ بھی کہتا ہوں کہ بدعت کی تقسیم بذات خود ایک بدعت ہے ،

اِمام مالِک رحمۃُ اللہ علیہ کا فرمان ہے کہ """"""جِس نے اِسلام میں کوئی بِدعت گھڑی اور اُس بِدعت کو حسنہ (یعنی اچھی) سمجھا ، تو گویا کہ اُس نے یہ خیال کیا کہ مُحمد صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے اللہ کی طرف سے بھیجے گئے پیغام میں خیانت کی ہے ، کیونکہ (بِدعت بنا کر اُسے اچھی سمجھنے والا معاذ اللہ ، یا تو اللہ کو جھوٹا جانتا ہے ، یا رَسُولَ اللہ صلی

اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو خیانت کرنے والا، کیونکہ) اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے ﴿الیَومَ اَکمَلتُ لَکُم دِینَکُم:::آج میں نے تمہارے لیئے تمہارا دین مکمل کر دِیا﴾، لہٰذا جو کام اُس دِن (یعنی جِس دِن یہ آیت نازل ہوئی) دِین نہیں تھا؛ وہ آج (کے دِن اور اُس کے بعد بھی ہرگز) دِین نہیں ہو سکتا """"""۔

اِس قول کو اِمام الشاطبیؒ نے اپنی معروف کِتاب """الاعتصام""" میں ابن الماجشون رحمہُ اللہ سے نقل کیا، 1/49۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی نافرمانی کرنے پر ثواب نہیں بلکہ عذاب کی خبریں دی گئی ہیں، اللہ سُبحانہُ و تعالیٰ کا حکم ہے، اور نافرمانی کے انجام کی خبر ہے ﴿یَآ أیُّھَا الذَّینَ أمَنُوا اَطِیعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیعُوا الرَّسُولَ وَ لَا تُبطِلُوا أعمَالَکُم:::اے لوگوں جو اِیمان لائے ہو اللہ اور اُسکے رَسُول کی تابع فرمانی کرو اور (اُن کی نافرمانی کر کے) اپنے اعمال کو ضائع نہ کرو﴾ سُورت محمد/آیت 33،

مزید فرمایا اللہ الواحد القہار نے ﴿فَلیَحذَرِ الَّذِینَ یُخَالِفُونَ عَن أمرِہِ أن تُصِیبَھُم فِتنَۃٌ أو یُصِیبَھُم عَذَابٌ أَلِیم:::لہٰذا وہ لوگ جو اُس (یعنی رَسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم) کے حکم کی مُخالفت کرتے ہیں اُن لوگوں کو چاہیے کہ وہ اِس بات سے ڈریں کہ کہیں وہ (اللہ کی طرف سے) کسی امتحان میں مُبتلا نہ کر دیے جائیں یا (ایسا نہ ہو کہ)اُنہیں شدید عذاب آ گھیرے﴾ سُورت النور/آیت 63،

اور فرمایا اللہ العلیمُ الخبیر نے ﴿وَمَا اٰتاکُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوہُ وَ مَا نَھَاکُم عَنہُ فَانتَھُوا:::اور جو کُچھ (حکم یا چیز)رَسُول تُم لوگوں کو دے وہ لے لو (یعنی اُس حکم پر عمل کرو، اور اُس چیز کو قبول کرو) اور جِس (کام) سے (رَسُول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم) تُمہیں منع کرے اُس سے باز آ جاؤ﴾ سُورت الحشر/آیت 7،

اور فرمایا اللہ الحکیم نے ﴿قُل اَطِیعُوا الرَّسُولَ فَإِن تَوَلَّوا فَإِنَّمَا عَلَیہِ مَا حُمِّلَ وَ عَلَیکُم مَا حُمِّلتُم وَ إِن تُطِیعُوہُ تَھتَدُوا وَ مَا عَلَی الرَّسُولِ إِلَّا البَلٰغُ المُبِین:::فرمایے (اے رَسُول) کہ رَسُول کی اِطاعت (یعنی تابع فرمانی) کرو اور اگر تُم نے (رَسُول کی)اِطاعت سے مُنہ پھیرا تو رَسُول پر اپنا (یعنی اپنے عملوں) کا بوجھ ہے اور تُم پر تُمہارا بوجھ ہے (یعنی اپنے اپنے عمل کا انجام پاؤ گے)اور اگر اُس کی تابع فرمانی کرو گے تو ھدایت پاؤ گے، اور رَسُول پر اِس کے عِلاوہ اور کُچھ (ذمہ داری) نہیں کہ وہ وضاحت کے ساتھ (ہماری بات)پُہنچا دے﴾ سُورت النور/آیت 54،

اور فرمایا اللہ العَلِیُّ القَدِیر نے ﴿وَمَا کَانَ لِمُؤمِنٍ وَ لَا لِمُؤمِنَۃٍ إِذَا قَضَی اللّٰہُ وَ رَسُولُہُ أمراً أن یَکُونَ لَھُمُ الخِیرَۃُ مَن أمرِھِم وَ مَن یَعصِ اللّٰہَ وَ رَسُولَہُ فَقَد ضَلَّ ضَلٰلاً مُبِیناً:::اور جب اللہ اور اُسکا رَسُول کوئی فیصلہ

فرمادیں تو کِسی ایمان والے مرد، اور کِسی ایمان والی عورت کے لیے اُن (یعنی اللہ اور اُس کے رَسُول) کے فیصلے کے بعد کوئی (اور) اختیار باقی نہیں رہتا ہے، اور جِس نے اللہ اور اُس کے رَسُول کی نافرمانی کی تو یقیناً کُھلی گمراہی میں جاپڑا ﴾سُورت الأحزاب/آیت 36،

اِن آیات کے عِلاوہ اور بھی بُہت سی آیات ایسی ہیں جِن میں اللہ تعالیٰ نے رَسُول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی نافرمانی کرنے والوں کو عذاب کی بشارت دی ہے۔

لہذا ہر مسلمان کو اپنا ہر کام اللہ اور رَسُول صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کے حکموں کی کسوٹی پر پرکھنا چاہیے اُسے اپنے کاموں کے مقبول یا مردُود ہونے کا پتہ چل جائے گا، اِن شاء اللہ تعالیٰ۔

دوسرے سوال کا جواب : : :

اب ہم آتے ہیں اپنے دوسرے سوال کی طرف جو درج ذیل تھا:::

(2) اگر بالفرض اِن لوگوں کے اعمال قبول ہو بھی گئے ہوں تو کیا اللہ تعالیٰ اِن کے کہنے پر اجر و ثواب اِدھر اُدھر بانٹے گا، گویا کہ (معاذاللہ) اللہ تعالیٰ اِن کے حکم کا پابند ہے کہ جو کُچھ وہ کہہ رہے ہیں وہ ہی کرے گا، یا، اللہ تعالیٰ اپنی مرضی سے اپنے کام کرتا ہے؟

اِس کا جواب قُرآن حکیم اور صحیح احادیث شریفہ میں مندرجہ ذیل ہے:::

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿إِنَّ اللَّهَ يَفعَلُ مَا يُرِيدُ:::اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے﴾سُورت الحج/آیت 14،

اور اللہ سُبحانہُ و تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿إِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيدُ:::تیرا رب جو چاہتا ہے وہ ہی کرتا ہے﴾ سُورت ھُود/آیت 107،

اور فرمایا اللہ عزّ و جلَّ نے ﴿فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيدُ:::(اللہ) جو چاہے کرتا ہے﴾سُورت البرُوج/آیت 16،

اوراللہ جلّ جلالہُ نے فرمایا ﴿إِنَّ اللَّهَ يَحكُمُ مَا يُرِيد:::اللہ جو چاہتا ہے (اُس کے مُطابق) فیصلہ فرماتا ہے﴾ سُورت المائدہ/پہلی آیت،

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا﴿وَهُوَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ لَهُ الْحَمْدُ فِي الْأُولَى وَالْآخِرَةِ وَلَهُ الْحُكْمُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ:::اور وہ اللہ ہی ہے جِس کے سِوا کوئی حقیقی معبود نہیں ہے، دُنیا اور آخرت میں سچی تعریف کاحقدار وہی ہے، اور اُسی کے لیے حُکم (کا حق) ہے اور تُم سب اُسی کی طرف پلٹائے جاو گے﴾سُورت القصص/آیت 70،

اور فرمایا اللہ جلّ ثناؤہُ نے ﴿كُلُّ شَيءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجهَهُ وَلَهُ الحُكمُ وَ إِلَيهِ تُرجَعُونَ:::سب کُچھ ھلاک

(تباہ) ہو جانے والا ہے سِوائے اُس کے (یعنی اللہ کے) چہرے کے ، اور اُسی کے لیے حُکم (کا حق) ہے اور تُم سب اُسی کی طرف پلٹائے جاو گے ﴾سُورت القصص/آیت 88،

اِس کے عِلاوہ اور بہت سی آیات مبارکہ ایسی ہیں جو کہ اِس بات کی گواہی دیتی ہیں کہ اللہ کا حُکم اور فیصلہ سب پر چلتا ہے اور کِسی کا کوئی حُکم یا فیصلہ اللہ تعالیٰ پر نہیں چلتا ،

اگر کوئی یہ کہے کہ ہم اللہ تعالیٰ سے کسی کو """ اِیصالِ ثواب """ کرنے کی درخواست کرتے ہیں ، دُعا کرتے ہیں ، نہ کہ حکم ، تو اُس کو یہ پوچھا جانا چاہیے کہ اگر درخواست یا دُعا ہو تو جناب اس بات کی تاکید کہاں سے کرتے ہیں کہ وہ ثواب جو آپ کسی دوسرے کو دینے کی درخواست یا دُعا کرتے ہیں ، وہ ثواب آپ کی ملکیت میں داخل ہو چکا ،

اور یہ بھی پوچھا جانا چاہیے کہ اگر آپ درخواست اور دُعا کرتے ہیں تو آپ کے قول اور مکتوبات میں یہ کیوں ہوتا ہے کہ زندہ لوگوں میں سے کوئی بھی اپنے کسی نیک کام ، یا چند کام کا ثواب کسی مردے کو اپنی مرضی سے دیتا ہے اور وہ ثواب ملتا ہے ؟؟؟

اب اِس موضوع پر اللہ کے رَسُول مُحمد صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کا فیصلہ مُلاحظہ فرمایئے ، یقیناً آپ تھوڑی دیر پہلے پڑھا ہوا ، اللہ تعالیٰ کا یہ قول بُھولے نہیں ہوں گے کہ ﴿وَ مَا يَنطِقُ عَنِ الهَوىO اِن هُوَ اِلَّا وَحيٌ يُوحىٰ:::اور (ہمارا رَسُول) اپنی مرضی سے نہیں بولتاO وہ (یعنی اِس کا کلام) سِوائے وحی کے اور کُچھ نہیں﴾ تو وہ مُقدس اور معصوم رَسُول صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم جو اپنی مرضی سے نہیں بولتے اللہ تعالیٰ کی تعریف فرماتے ہوئے اِرشادفرماتے ہیں ﴿إِنَّكَ تَقضِي وَلَا يُقْضَى عَلِيكَ:::(اے اللہ) بے شک حُکم کرنے والا تُو ہی ہے اور تُجھ پر حُکم نہیں کیا جا سکتا﴾ یہ اِلفاظ اُس دُعا قنوت کا حصہ ہیں جو کہ رَسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نمازِ وتر میں پڑھا کرتے تھے اور اِس کو پڑھنے کی تعلیم بھی فرمائی ،

حسن بن علی رضی اللہ عَنہُما کہتے ہیں کہ میرے نانا رَسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے مُجھے وتر کے قنوت میں پڑھنے کے لیے یہ اِلفاظ سِکھائے ﴿اللَّهُمَّ عَافِنِي فِيمَن عَافَيتَ ، وَ توَلَّنِي فِيمَن تَوَلَّيتَ ، وَ اهدِنِي فِيمَن هَدَيتَ ، وَ قِنِي شَرَّ مَا قَضَيتَ ، وَ بَارِك لِيَ فِيمَا أَعطَيتَ ، إِنَّكَ تَقضِي وَلَا يُقضَى عَلِيكَ ، إِنَّهُ لاَ يَذِلُّ مَن وَالَيتَ ، وَ إِنَّهُ لاَ يعِزُ مَن عَادَيتَ ، سُبحَانَكَ رِبَّنَا تِبارَكتَ وَ تَعالَيتَ﴾

اِس حدیث شریف کو اِلفاظ کی معمولی سی کمی بیشی کے ساتھ امام النسائی ، اِمام ابو داوٗد ، اِمام ابن ماجہ ، اِمام الترمذی ، اِمام النسائی ، اور اِمام الدارمی نے اپنی اپنی سُنن میں ، اِمام ابنِ حبان ، اِمام ابنِ خُزیمہ نے اپنی اپنی صحیح میں ، اِمام احمد ابنِ حنبل ، اِمام ابو یعلی الموصلی نے اپنی اپنی مُسند میں ، اور اِمام الحاکم نے اپنی مُستدرک میں روایت کیا ، رحمہم اللہ جمیعاً نے ، اور اِمام الالبانی رحمہ ُ نے

صحیح قرار دیا،اِرواء الغلیل/حدیث 429،
قارئین کرام ، یہاں تک کے مطالعے کو ذہن میں رکھتے ہوئے ، کچھ دیر یہاں رکیے،،،،،، اور سوچیے،،،،،،، کہ ،،،،، جو لوگ یہ کہتے یا لکھتے ہوئے نظر آتے ہیں اور دوسروں کو بھی اِس کا سبق پڑھاتے ہیں کہ """ اے اللہ ہمارے فُلاں کام کا اَجر و ثواب فُلاں فُلاں کو بخش دے ، یا پُہنچا دے """ یا یہ کہ """ میں روزانہ اِتنا اِتنا اَجر و ثواب فُلاں فُلاں کی روحوں کو بخشتا ہوں ، یا بھیجتا ہوں """،
جیسا کہ ایک معروف عالم صاحب """ اِیصالِ ثواب اور اُسکے احکام اور مسائل """ کے صفحہ 14 ، 15 پر فرماتے ہیں """ میں جو کُچھ روز مرّہ پڑھتا ہوں اِس کا ثواب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اور تمام صحابہ کرام ، اور تمام انبیاء و صلحا و عام مسلِمین و مسلمات کو جو مر چکے یا موجود ہیں یا آئندہ پیدا ہوں گے سب کو بخش دیتا ہوں ، اور کِسی خاص موقع پر کِسی خاص مردے کے لیے بھی کچھ علیحدہ پڑھ کر بخش دیتا ہوں """،ولا حَولَ ولا قوۃَاِلّا باللَّہ،
اِن لوگوں کے ان تخیلات کی درستگی کی کیا دلیل ہے ؟؟؟
سُبحان اللہ ثواب بخشنا جیسے کہ گھر کی کھیتی ہے جب چاہا بویا اور جب چاہا کاٹا ، اور سونے پہ سُہاگہ یہ کہ مُردوں اور زندوں کو ہی نہیں بلکہ جو ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے اُنہیں بھی پیشگی ثواب بخشا جا رہا ہے ، اِس طرح تو ہماری اکثریت پیدا ہونے سے پہلے ہی بخشی جا چکی ہے اور جو بخشا ہوا نہیں ہوتا اُسے مرنے کو بعد ایسے لوگ اِتنا اَجر و ثواب بھیجتے رہتے کہ مرنے والا بخشا ہی جائے ، تو پھر کِسی کو کیا پڑی ہے کہ خوا مخواہ نماز ، روزے ، حج ، زکاۃ ، جِہاد وغیرہ کے چکر میں پڑ کر اپنا آپ خراب کرتا رہے مولوی صاحب کی کچھ خدمت مدارت کر کے ثواب بخشواتے رہیے اپنا کام بھی ٹھیک رہے اور حضرت صاحب کا مُعاملہ بھی سُدھرا رہے ،
سوچنے کی بات ہے کہ اگر چند ایک لوگوں کے عمل کا فائدہ ہر کِسی کو ہوتا ہو تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمام ایمان والوں کے لیے مختلف عِبادات کے حکم کیا معنیٰ رکھتے ہیں صِرف چند ایک لوگوں کو ہی حکم دے دیا جاتا اور کہہ دیا جاتا کہ آپس میں اَجر و ثواب ایک دوسرے کو دے دیا کرو سب کو تکلیف کرنے کی ضرورت نہیں ، إنا لِلہِ و إنا إِلیہ راجعون ، لاَ حَولَ وَ لاَ قُوۃَ اِلَّا باللَّہ ، واللَّہ المُستعان وإلیہ نشتکی۔
کیسے !!!،اور کیسے !!!،اور کیسے !!!
یہ لوگ اِس قِسم کے عقائد اپنائے ہوئے ہیں ؟؟؟
کیا انہیں پتہ ہی نہیں ؟؟؟ یا یہ بھول چکے ہیں ؟؟؟ یا بُھولے بنے رہتے ہیں ؟؟؟ کہ اللہ جلّ و عزّ نے تو یہ فیصلہ بھی صادر فرما رکھا ہے کہ ﴿كُلُّ نَفسٍ بِمَا كَسَبَت رَهِينَةٌ ::: ہر جان اپنے کیے (ہوئے کاموں) بدلے میں (اللہ تعالیٰ کے

پاس)گروی رکھی ہوئی ہے﴾سُورت المُدثر/آیت 38،

اورارشاد فرمایا﴿لَهَا مَا كَسَبَتۡ وَعَلَيۡهَا مَا اكۡتَسَبَتۡ:::اُس (ہر جان) کے لیے وہی (اَجر و ثواب) ہے جو اُس نے کمایا اور اُس پر وہی (عذاب) ہے جو اُس نے کمایا﴾(یعنی کوئی شخص کسی دوسرے کی نیکی یا گُناہ کا اَجر یا عذاب نہیں پائے گا بلکہ ہر جان اپنے اپنے عمل کے مُطابق جزاء پائے گی)سُورت البقرہ/آیت 286،

اورارشاد فرمایا﴿وَ أَنۡ لَيۡسَ لِلۡإِنۡسَانِ إِلَّا مَا سَعَى ::: اور بے شک اِنسان کے لیے صِرف وہی (جزاء) ہے جِس کے لیے اُس نے کوشش کی﴾ سُورت النجم/آیت 39،

اِس آیت کی تفسیر میں اِمام ابنِ کثیر رحمۃُ اللہ علیہ نے لکھا ہے """ اِس (آیت) کا مطلب ہے کہ جِس طرح کِسی اِنسان پر کِسی دوسرے کے گُناہ کا بوجھ نہیں ڈالا جائے گا اِسی طرح اُسے اپنے کمائے ہوئے اَجر کے سِوا (کِسی دوسرے کے اَجر میں) سے کُچھ نہیں ملے گا، اِس مُقدس آیت کی روشنی میں اِمام شافعی رحمہُ اللہ اور اُن کے پیروکاروں نے یہ مسئلہ بیان کیا کہ قُرآن پڑھ کر اُس کا جو ثواب مُردوں کو بھیجا جاتا ہے وہ اُن (مُردوں) تک نہیں پُہنچتا کیونکہ (جو قُرآن پڑھا گیا ہے) یہ نہ تو اُن کا اپنا عمل ہے اور نہ ہی اُن کی اپنی کمائی، اور اِسی لیے رَسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے اپنی اُمت کو اِس کام کی طرف مائل نہیں کیا، اور نہ اِس کی ترغیب دی، اور نہ اِس کی ہدایت کی نہ تو کِسی قول یا فعل کے ذریعے اور نہ ہی اِشارتاً، اور نہ ایسی کوئی خبر ہے کہ صحابہ (رضی اللہ عنہم جمعیاً) میں سے کِسی ایک نے بھی ایسا کوئی کام کیا ہو (یا کِسی کو کرنے کا کہا ہو)اور اگر ایسا کرنے میں (تھوڑی سی بھی) خیر ہوتی تو یقیناً صحابہ (رضی اللہ عنہم جمعیاً) نے یہ کام کیا ہوتا، اور اللہ تعالیٰ کا قُرب حاصل کرنے کے لیے (یعنی اُس کی عِبادت اور اطاعت کے لیے) صِرف واضح دلائل کے مُطابق عمل کیا جائے گا، اور اِس میں کِسی بھی قِسم کی قیاس اور رائے کو داخل نہیں کیا جائے گا"""،

شیخ الاِسلام اِمام ابنِ تیمیہ رحمہُ اللہ تعالیٰ کا فرمانا ہے کہ """ ولم يكن مِن عادة السلفِ إذا صَلوا تطوعاً أو صامُوا تطوعاًأوحُجوا تطوعاًأوقرءوُا القرآنَ يهدُون ثَوابَ ذلِك إلىَ أمواتِ المُسلِمِين فلاينبغي العدول عن طريق السلف فإنها فضلوا أكمل:::سلف (یعنی صحابہ رضی اللہ عنھُم) کبھی ایسا نہیں کیا کرتے تھے کہ نفلی نماز روزے حج یا قُرآن پڑھنے کا ثواب مرے ہوئے مُسلمانوں کو بخشتے ، لہذا صحابہ رضی اللہ عنہم کے راستے سے انحراف ہرگز نہیں کرنا چاہیے ، کیونکہ اُن کا راستہ بہترین اور مکمل ترین ہے""" ، الاخبار العلمية من الاختيارات الفقهية لشيخ الإسلام ابن تيمية المعروف ب """ الاختیارات العِلمیه""" ، الّفهُ الشيخ علاءالدين أبيالحسن علي بن محمد بن عباس البعلي الدمشقي الحنبلي،

اور رَسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے اِرشاد فرمایا ﴿إذا مَاتَ الإنسَانُ انقَطَعَ عَنهُ عَمَلُهُ إلا مِن ثَلَاثَةٍ

إلا مِن صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ أو عِلمٍ يُنتَفَعُ بِهِ أو وَلَدٍ صَالِحٍ يَدعُو لَهُ ::: جب کوئی اِنسان مر جاتا ہے تو اُس کا ہر عمل کٹ جاتا ہے سِوائے تین (اعمال) کے (۱) جو صدقہ اُس نے کیا تھا اور وہ جاری ہو (یعنی مرنے والے کے بعد وہ صدقہ رُک نہ گیا ہو)، (۲) ایسا عِلم جو کہ (دینی طور پر) فائدہ مند ہو، (۳) صالح (یعنی) نیک اولاد جو دُعا اُسکے لیے کرے (یعنی اُس دُعا کا فائدہ مرنے والے کو پُہنچتا ہے) ﴾ صحیح مُسلم/حدیث/4310 کتاب الوصیہ / باب 4، سُنن النسائی/حدیث/3666 کتاب الوصایا/ باب 8، سُنن ابی داؤد/حدیث 2882/ کتاب الوصایا/ باب 14، سُنن الترمذی/حدیث 1432/ کتاب الاحکام/ باب 36،

اِس کے عِلاوہ اور بہت سی احادیث اور اقوالِ ائمہ اِس بات کی تاکید کرتے ہیں کہ مرنے والے کو سِوائے اپنے یا اپنی اولاد کے اعمال کے کِسی اور کے عمل کا کوئی ثواب نہیں پُہنچتا، اِس موضوع پر مزید کُچھ دلائل (((نیک اولاد کے نیک اعمال کا فائدہ))) میں ذِکر کیے جائیں گے، اِن شاء اللہ۔

کاش لوگوں کو اپنی مرضی سے ثواب پہنچانے کی باتیں کرنے والے لوگ اللہ تعالیٰ، رَسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم، اور اُمت کے جلیل القدر اِماموں رحمہُم اللہ کے اِن اِرشادات پر غور کرتے جِن کو ابھی ابھی بیان کیا گیا، یا اب اِن کے پیروکار ہی غور کر لیں، اور پھر اپنے اور اپنے بزرگوں کے اِس عمل کے بارے میں خُود ہی فیصلہ کر لیں کہ اُن کا یہ عمل مقبول ہے کہ نا مقبول، سنت ہے کہ بِدعت، باعثِ ثواب ہے کہ باعثِ عذاب۔

←←← حاصلِ مطالعہ :::

قُرآن کریم اور صحیح احادیث مُبارکہ کی روشنی میں ہمیں اپنے دونوں سوالوں کے جوابات مل چکے ہیں، اور اب تک کیے گئے مطالعہ کا حاصل یہ ہے کہ :::

☜☜☜ کِسی اچھے یا بُرے کام کا نتیجہ خود کرنے والے کو ہی بُھگتنا پڑے گا، کوئی دوسرا اُسکے عذاب یا ثواب میں شریک نہیں ہو گا، اور، اِیصالِ ثواب کے مروجہ طریقوں اور رسموں، رواجوں کی حقیقت یہ ہے کہ وہ بِدعات ہیں اور رَسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کے فرمان کے مُطابق، جِس کو اوپر ذِکر کیا گیا ہے اِن طریقوں اور رسموں رواجوں کا ٹِھکانہ آگ ہے، اور اِن سب رسموں، رواجوں، طریقوں کا بدعات ہونے کی وجہ سے مُردے کو تو """اِیصالِ ثواب""" نہیں ہوتا، جی ہاں، مگر اِن کاموں کو کرنے اور کروانے والے اگر مرنے سے پہلے ان بدعات سے توبہ کر کے اِنہیں ترک نہ کر دیں تو اُن لوگوں کو """اِیصالِ عذاب""" ہونا یقینی ہے، واللہ المُستعان،

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اور ہمارے تمام مُسلمان بھائی بہنوں کو تمام تر بِدعات سے محفوظ فرمائے، اور اپنے رَسُولُ مُحمد صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی سنت کی مُکمل پیروی کی توفیق عطاء فرمائے۔

اِیصالِ ثواب کے لیے بِدعات کو مروج کرنے والوں کے کیا دلائل ہیں یعنی کِس بُنیاد پر وہ لوگ یہ سب

کُچھ کرتے اور کرواتے ہیں؟ اور ان کے دلائل کی علمی حیثیت کیا ہے؟ اِس کا مکمل بیان اِن شاء اللہ آگے آئے گا تاکہ قارئین میں سے کسی کے دِل و دماغ میں کوئی وسوسہ باقی نہ رہے اور حق مکمل طور پر اُن پر واضح ہو جائے۔

مگر اِس سے پہلے اُن کاموں یا چیزوں کا ذِکر کرنا مُناسب ہو گا کہ جو مرنے والے کو مرنے کے بعد فائدہ دیتے ہیں، اور جن کے ذریعے واقعتاً """اِیصالِ ثواب""" ہوتا ہے، اِن شاء اللہ تعالیٰ۔

==================================

میت کو فائدہ دینے والی چیزیں

اِیصالِ ثواب کا معنی ہے ثواب پہنچانا (جیسا کہ صفحہ نمبر 8 پر بتایا گیا)، اِس کام کے لیے جو کُچھ کیا اور کروایا جا رہا ہے اُس کی حقیقت میں نے قُرآن اور حدیث کی روشنی میں آپ پر واضح کر دی ہے، اِس کے بعد اب اِن شاءَ اللہ میں اُن چیزوں کو بیان کرتا ہوں جو کہ اللہ کی کِتاب اور اُس کے نبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی تعلیمات کے مُطابق مُردے کے لیے نفع بخش ہیں، یا یوں کہہ لیجیے کہ وہ کام جنکو کرنے سے مُردے کو اِیصالِ ثواب ہوتا ہے، اِن شاءَ اللہ تعالیٰ، اللہ تعالیٰ کی وحی، جو کہ قُرآن پاک اور صحیح احادیث شریفہ کی صُورت میں ہم تک پہنچی، اُس وحیِ اِلٰہی کے مُطابق جِن کاموں یا چیزوں سے مرنے والے کو فائدہ ہوتا ہے، اور جِس چیز یا عمل کا ثواب اُس تک پہنچتا ہے وہ حسبِ ذیل ہیں،

(1): دُعاء

اگر اُس دُعا میں قبولیت کی شرطیں مُیسر ہوں، یعنی اُس میں شرک و بِدعات شامل نہ ہوں، ایسی دُعا کے نفع بخش ہونے کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

اللہ جلَّ جلالہُ کا فرمان ہے ﴿وَ الَّذِينَ جَاؤوا مِن بَعدِهِم يَقُولُونَ رَبَّنَا اغفِرلَنَا وَ لِإِخوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بَالإِيمَانِ وَ لاَ تَجعَل فِي قُلُوبِنَا غِلاً لَلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَؤُوفٌ رَّحِيمٌ:::اور جو اُن (پہلے گُزر جانے والوں) کے بعد میں آئے وہ کہتے ہیں (اے) ہمارے رب ہماری اور ہمارے اُن بھائیوں کی مغفرت فرما جو ہم سے پہلے اِیمان لائے اور ہمارے دِلوں میں اُنکے لیے جو (ہم سے پہلے) اِیمان لائے کینہ نہ رکھ (اے) ہمارے رب بے شک تو نرمی والا (اور) رحم والا ہے﴾ سُورت الحشر/آیت 10،

اِس آیت شریفہ کی روشنی میں ہمیں یہ پتا چلتا ہے کہ کِسی مسلمان کی اپنے کِسی مسلمان بھائی کے لیے کی ہوئی دُعا (اگر اُس میں قبولیت کی شرطیں مُیسر ہوں اور اللہ تعالیٰ قبول فرمائے تو وہ دُعا) اُس کو فائدہ دیتی ہے،

رَسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا مندرجہ ذیل فرمان بھی اِس چیز کو واضح کرتا ہے ﴿دَعوةُ المرءِ المُسلِمِ

لِأَخِيهِ بِظَهرِ الغَيبِ مُستَجَابَةٌ ، عندَ رَأْسِهِ مَلَكٌ مُوَكَّلٌ ، كُلَّمَا دَعَا لِأَخِيهِ بِخَيرٍ ، قَالَ المَلَكُ المُوَكَّلُ بِهِ ، آمِينَ وَ لَكَ بِمَثلٍ ::: کِسی مسلمان کی اپنے کسی مسلمان بھائی کے لیے لیے اُس (یعنی جس کے لیے دُعا کی جائے) کی غیر موجودگی میں کی گئی ہوئی دُعا قبول ہوتی ہے ، اُس (دُعا کرنے والے) کے سر کے پاس ایک فرشتہ مُقرر ہوتا ہے ، جب بھی (یہ مسلمان)اپنے (غائب مسلمان) بھائی کے لیے دُعائے خیر کرتا ہے تو (وہ)مُقرر شُدہ فرشتہ کہتا ہے آمین (قبول ہو)اور تمہارے لیے بھی ویسا ہی (جیسا تُم اپنے مسلمان بھائی کے لیے مانگ رہے ہو﴾ صحیح مُسلم /حدیث 7105/کتاب الذکر والدُعاء والتوبہ، سُنن ابن ماجہ/حدیث/3007 کتاب المناسک/ باب 4،

مذکورہ بالا حدیث شریف کے مُطابق اس بات میں کسی شک کی گنجائش نہیں کہ ایک مُسلمان کی دوسرے مُسلمان کے حق میں کی گئی دُعا دونوں ہی کے لیے فائدہ مند ہوتی ہے ،

اور اس میں بھی شک کی کوئی گنجائش نہیں کہ ایک مُسلمان کی کسی دوسرے مُسلمان کے حق میں کی گئی دُعا فائدہ مند ہی ہوتی ہے خواہ وہ مُسلمان جِس کے لیے دُعا کی جائے زندہ ہو یا مُردہ ، مُردہ مُسلمان کے حق میں کی گئی دُعا کے فائدہ مند ہونے کی خبر ہمیں درج ذیل احادیث مُبارکہ میں ملتی ہے :::

ایک صحابی رضی اللہ عنہُ کی تدفین کے بعد اِرشاد فرمایا ﴿اِستَغْفِرُوا الأَخِيكُمْ وَسَلُوا لَهُ التَّثْبِيتَ فَإِنَّهُ الآنَ يُسأَلُ ::: اپنے بھائی کے لیے بخشش اور ثابت دِلی کا سوال کرو کیونکہ ابھی اُس سے سوال کیے جائیں گے﴾ سُنن ابو داؤد /حدیث 3223 /کتاب الجنائز/ باب 73،

نجاشی رحمہُ اللہ کی وفات کی خبر سنانے کے بعد اِرشاد فرمایا ﴿اِستَغْفِرُوا الأَخِيكُمْ ::: اپنے بھائی کے لیے بخشش طلب کرو﴾ صحیح البخاری/حدیث 1327 /کتاب الجنائز/ باب 60،

کِسی زندہ کی طرف سے اللہ تعالیٰ کے حضُور میں کی جا سکنے والی دُعاؤں میں صِرف دُعائے مغفرت ، قبر میں مُردے کی آسانی کے لیے دُعا ، قبر اور آخرت میں اُس کے درجات کو بُلند کرنے کی دُعا ہی کی جا سکتی ہے اوپر ذِکر کی گئی آیت اور حدیث سے کِسی مردے کے لیے اِس قسم کی دُعاؤں کے فائدہ مند ہونے کا پتہ تو چلتا ہے مگر کسی قسم کے کِسی ثواب کے پُہنچنے یا پُہنچانے کی اِن میں کوئی دلیل نہیں ، جیسا کہ چند لوگ سمجھتے ہیں ، اور اُنکی اِس غلط فہمی کا سبب کم عِلمی ، یا اندھی تقلید ، یا شخصیت پرستی ، یا مسلک کا تعصب ، یا أنائیت کے عِلاوہ اور کُچھ نہیں ۔ (واللہ اعلم بالصواب)

(۲) میت کی جائز نذر کو پُورا کرنا

اگر کسی مرنے والے نے اپنی زندگی میں کِسی حلال کام کو کرنے کی منت مانی تھی مگر اُس منت کو پُوری کرنے سے

پہلے ہی اُس کی موت آ گئی تو اُسکے ورثاء (وارثین) میں سے اگر کوئی اُس منت کو پُورا کرے تو یہ کام مُردے کو نفع دیتا ہے، اِس مسئلے کی دلیل مندرجہ ذیل احادیث ہیں:

(1) اُم المؤمنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رَسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے اِرشاد فرمایا ﴿مَن مَاتَ وَعَلِيهِ صيامٌ، صَامَ عَنهُ ولِيُّهُ ::: کِسی مرنے والے پر اگر کوئی روزے ادا کرنا باقی ہیں تو اُس کا ولی اُس کی طرف سے وہ روزے رکھے﴾ صحیح البُخاری /حدیث 1952، صحیح المُسلم /حدیث 1147، سُنن ابو داؤد /حدیث 2397،

(2) عَن ابنِ عباس رضی اللَّهُ عنهُما: قَالَ """ أنَ إمرأةً رَكَبَت البَحرَ فَنَذَرت إنِ اللَّه تبارَكَ وتعالىٰ أنجَاهَا أن تَصُومَ شَهراً، فَأنجَاهَا اللَّهُ عزَّ وجلَّ، فَلَم تَصُم حَتّٰى مَاتَت، فَجَاءَت قَرَابَةٌ لَهَا (إمَّا أُختَهَا أو إبنَتُهَا) إلىَ النبيِّ صلى اللَّهُ عليه وعلى آله وسلم، فَذَكَرَت ذَلِكَ لَهُ، فَقَالَ صلى اللَّهُ عليه وعلى آله وسلم ﴿أرأيتُكِ لَو كَانَ عَلَيهَا دَينٌ كُنتِ تَقضِينَهُ؟﴾ قَالَت: نَعَم، قَالَ صلى اللَّهُ عليه وعلى آله وسلم ﴿فَدَينُ اللَّه أحَقُّ أن يُقضَىٰ، (ف) اقضِ (عَن أُمَكِ)﴾

ترجمہ ::: عبداللہ ابنِ عباس رضی اللہ عنہُما کہتے ہیں :::

"""ایک عورت سمندری سفر پر نکلی اور اُس نے منت (نذر) مانی کہ اگر اللہ تبارک و تعالیٰ نے اُس کا یہ سفر سے بخیر و عافیت مکمل کروا دیا تو وہ عورت ایک مہینہ روزے رکھے گی، اللہ تعالیٰ نے اُس کا سفر خیریت کے ساتھ تمام فرمایا، مگر اُس عورت نے روزے نہیں رکھے، اور اِسی طرح (اپنی منت پُوری کیئے بغیر) مر گئی، (اُسکے مرنے کے بعد) اُس کی کوئی رشتہ دار (بہن یا بیٹی) نبی صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کے پاس آئی اور یہ واقعہ اُن صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کے سامنے بیان کیا، تو رَسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے اُس عورت سے فرمایا ﴿اگر اِس مرنے والی پر کوئی قرض ہوتا تو کیا تُم اُس کا قرض ادا کرتی؟﴾ اِس عورت نے جواب دیا، جی ہاں،

تو رَسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے اِرشاد فرمایا ﴿اللہ کا قرض کِسی دوسرے کے قرض سے زیادہ (ادائیگی کا) حق رکھتا ہے، لہٰذا اِس (مَنت) کو (اپنی ماں کی طرف سے) ادا کرو﴾ """ صحیح المُسلم /حدیث 1148، سُنن ابو داؤد /حدیث 3298،

(3) عَن عبداللَّه ابنِ عباس رضی اللَّهُ عَنهُمَا قَالَ: أنَّ سَعدَ بن عُبادة رضی اللَّهُ عنه أستَفتَىٰ

رَسُول اللہ صلی اللَّهُ علیہ وعلی آلہ وسلم : إِنَّ أُمي مَاتَت و عَلِيهَا نَذرٌ ؟

فَقَالَ صلی اللَّهُ علیہ وعلی آلہ وسلم ﴿اقضِهِ عَنهَا﴾

ترجمہ ::: عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سعد بن عُبادہ (رضی اللہ عنہ) نے رَسُول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم سے پُوچھا کہ """ میری والدہ مر گئی اور اُن پر ایک نذر پورا کرنا ہے ؟ (کیا میں یہ نذر پُوری کر سکتا ہوں ؟) """ ،

تو رَسُول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے فرمایا ﴿اپنی والدہ کی طرف سے اُس کی نذر پُوری کرو﴾ صحیح البُخاری / حدیث 2761 ، صحیح المُسلم / حدیث 1638 ، سُنن ابو داؤد / حدیث 3307 ، سُنن النسائی / حدیث 3659 ، سُنن الترمذی / حدیث 1546 ۔

::::: نذر کے بارے میں کچھ اہم وضاحتیں :::::

اِن مذکورہ بالا احادیث شریفہ میں ہمیں دو معاملات کی تعلیم دی گئی ہے ،

::::: (ا) ::::: ایک تو یہ کہ اگر کسی مُسلمان نے کوئی نذر مانی ہو تو اُس نذر کو پورا کرنا اُس مُسلمان پر فرض ہو جاتا ہے ،

یقیناً یہ تو کہنے کی ضرورت نہیں کہ ایسا اُسی صورت میں ہو گا جب کہ مانی جانی والی نذر بھی جائز ہو اور جس کام کی تکمیل کے نذر مانی گئی ہو وہ بھی جائز ہو ، ایسا نہیں کہ کسی گناہ والے کام کی تکمیل کے لیے نذر مانی جائے ، یا نذر میں کوئی گناہ والا کام کرنے کا وعدہ کیا جائے ،

::::: دلیل ::::: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کا حکم ہے کہ ﴿لَا نَذْرَ فِي مَعْصِيَةِ اللَّهِ ::: اللہ کی نافرمانی کرتے ہوئے کوئی نذر نہیں ہوتی﴾ صحیح مسلم / حدیث 4333 / کتاب النذور / باب 3 ،

اور نہ ہی ایسی نذر ماننا جائز ہے جو اللہ کی رضا کے حصول کی نیت کے علاوہ کسی اور مقصد کے لیے ہو ،

::::: دلیل ::::: ﴿لَا نَذْرَ إِلَّا فِيمَا يُبْتَغَى بِهِ وَجْهُ اللَّهِ وَلَا يَمِينَ فِي قَطِيعَةِ رَحِمٍ ::: سوائے اللہ کی رضا کے حصول کے کسی اور کام کے لیے نذر ماننا (جائز) نہیں ہے ، اور نہ ہی صلہ رحمی کرنے والی قسم کھانا جائز ہے﴾ سُنن اَبی داؤد / حدیث 3275 / کتاب الأیمان والنذُور / باب 15 ، امام الالبانی رحمہُ اللہ نے """ حسن """ قرار دِیا ،

اور نہ ہی کسی ایسی چیز کے بارے میں نذر ماننے کی اجازت ہے جو چیز اپنی ملکیت میں نہ ہو ، یعنی ایسی کوئی نذر نہیں ماننا جائز نہیں جس کو پورا کرنے کے لیے کوئی ایسی چیز استعمال کرنا ہو جو چیز نذر ماننے والے کی اپنی ملکیت نہ ہو ،

::::: دلیل ::::: ﴿لَا وَفَاءَ لِنَذْرٍ فِي مَعْصِيَةٍ وَلَا فِيمَا لَا يَمْلِكُ الْعَبْدُ ::: جو نذر گناہ والے کام والی ہو اُس کو پورا

نہیں کیا جائے گا، اور نہ ہی اُس نذر کو پورا کیا جائے گا جو کسی ایسی چیز کے بارے میں ہو (یعنی جسے پورا کرنے کے لیے ایسی چیز کی ضرورت ہو) جو نذر ماننے والے کی ملکیت میں نہ ہو﴾ صحیح مسلم/حدیث 4333/کتاب النذور/باب 3،

مذکورہ بالا احادیث شریفہ سے یہ ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر مبنی، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی والے کاموں سے متعلق، اور اللہ کی رضا کے حصول کے علاوہ کسی اور مقصد کے لیے، اور کسی دوسرے کی چیز کے ذریعے پوری کی جانے والی نذریں ماننا تو جائز ہی نہیں، اور اگر کسی نے بھول چُوک سے ایسی کوئی نذر مان لی ہو تو اُس نذر کو پورا کرنے کا کوئی وجوب نہیں، بلکہ اُس کو پورا نہ کرنا واجب ہے،

چونکہ بات نذر کو پورے کرنے کی ہوئی تھی اس لیے ایک اضافی فائدے کے لیے میں نذر سے متعلق یہ چند بنیادی اور ضروری معلومات مہیا کی ہیں، اِن شاء اللہ کسی وقت اِس موضوع کو ایک الگ مستقل مضمون یا کتابچے کی صُورت میں پیش کروں گا۔

::::: نذر کے بارے میں کچھ اہم وضاحتیں :::::

::::: (۲) :::::

اِن مذکورہ بالا احادیث شریفہ میں جس دوسرے معاملے کی تعلیم دی گئی ہے وہ یہ ہے کہ کسی مر جانے والے کی طرف سے مانی گئی نذر اُس کا کوئی قریبی ترین رشتہ دار، یعنی، باپ، بھائی، بیٹا، ماں، بہن، بیٹی وغیرہ اُس مرنے والے کی طرف سے اُس کی نذر پوری کر سکتے ہیں،

لیکن یہاں یہ بات خوب اچھی طرح سمجھنے کی ہے کہ اِنسان اپنی جائز نذر کسی ایسی چیز کے ذریعے ہی پوری کر سکتا ہے جو چیز اُس کی ملکیت میں ہو، یہ جائز نہیں کہ وہ کسی ایسی چیز کو اپنی نذر پوری کرنے کے استعمال کرے جو چیز اُس کی ملکیت نہیں،

نذر سے متعلق بیان کردہ اِن معلومات میں سے ہماری اس کتاب کے موضوع سے براہ راست متعلق معاملہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کا یہ فرمان مبارک ہے کہ ﴿لاَوَفَاءَلِنَذْرٍفِي مَعْصِيَةٍوَلاَفِيمَالاَيَمْلِكُ الْعَبْدُ::: جو نذر گناہ والے کام والی ہو اُس کو پورا نہیں کیا جائے گا، اور نہ ہی اُس نذر کو پورا کیا جائے گا جو کسی ایسی چیز کے بارے میں ہو (یعنی جسے پورا کرنے کے لیے ایسی چیز کی ضرورت ہو) جو نذر ماننے والے کی ملکیت میں نہ ہو﴾ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کا یہ فرمان میری اُس بات کی دلیل ہے جو میں نے آغاز میں کی تھی کہ :::

"""جب کِسی عمل کی قبولیت کا کوئی ثبوت نہیں تو پھر اُس کا اَجر و ثواب کِسی دوسرے کو کیسے دیا جا سکتا ہے ؟؟؟

بڑی آسان اور سیدھی سی بات ہے اور ہر شخص یہ جانتا ہے کہ جو چیز اپنی ملکیت ہی نہیں وہ کِسی دوسرے کو کیسے دی

جا سکتی ہے ؟؟؟

یقیناً اِس کام کے لیے شرعی اور قانونی طور پر کوئی جائز طریقہ نہیں ہوتا، """

اِس کے ساتھ ایک دفعہ پھر ابھی ابھی کہی ہوئی اپنی بات اِس بات کو بھی دہراتا ہوں کہ :::

""" لیکن یہاں یہ بات خوب اچھی طرح سمجھنے کی ہے کہ اِنسان اپنی جائز نذر کسی ایسی چیز کے ذریعے ہی پوری کر سکتا ہے جو چیز اُس کی ملکیت میں ہو، یہ جائز نہیں کہ وہ کسی ایسی چیز کو اپنی نذر پوری کرنے کے استعمال کرے جو چیز اُس کی ملکیت نہیں، """

پس جس ثواب کا اپنے ہونے کا ہی کوئی یقین نہیں، وہ کسی دوسرے کو نہیں دیا جا سکتا ؟؟؟

کیا اِس کے علاوہ کوئی اور جواب ہے کہ :::

""" یقیناً اِس کام کے لیے شرعی اور قانونی طور پر کوئی جائز طریقہ نہیں ہوتا، """

نذر سے متعلق یہ مذکورہ بالا احکام اور مسائل کے ساتھ ساتھ رَسُولَ اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کا یہ حکم بھی یاد کر لیجیے اور خوب اچھی طرح سے یاد رکھیے گا :::

عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا کہنا ہے کہ """ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے نذر ماننے سے منع فرمایا، اور اِرشاد فرمایا ﴿إِنَّهُ لاَيَأْتِي بِخَيْرٍ وَإِنَّمَا يُسْتَخْرَجُ بِهِ مِنَ الْبَخِيلِ::: نذر کوئی خیر لانے والی نہیں، اِس کے ذریعے تو بس بخل کرنے والے سے (مال اور عمل) نکلوایا جاتا ہے﴾ صحیح مسلم/حدیث 4327/کتاب النذور/باب 2،

ابو ہُریرہ رضی اللہ عنہُ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے اِرشاد فرمایا ﴿لاَتَنْذُرُوا فَإِنَّ النَّذْرَلاَيُغْنِي مِنَ الْقَدَرِشَيْئًاوَإِنَّمَايُسْتَخْرَجُ بِهِ مِنَ الْبَخِيلِ::: نذر مت مانو کیونکہ نذر تقدیر سے کچھ نجات نہیں دلواتی، اور نذر کے ذریعے تو بس بخل کرنے والے سے (مال اور عمل) نکلوایا جاتا ہے﴾ صحیح مسلم/ حدیث 4329/ کتاب النذور/ باب 2،

غور فرمایے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے اِس معاملے سے متعلق عقیدے کی بھی اصلاح فرما دی کہ نذر ماننے سے اللہ کی طرف سے مقدر کیے ہوئے کاموں میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی، اور ساتھ ہی یہ حکم بھی فرما دِیا کہ اِس کام سے باز ہی رہو،

پس اِس حکم کے بعد ہمیں چاہیے کہ ہم اپنی مصیبتوں کو دور کروانے کے لیے، اپنے نیک مقاصد کو پورا کروانے کے لیے، ممنوع نذریں ماننے کی بجائے اپنے اللہ جلّ جلالہُ سے دُعا کیا کریں، کہ دُعا وہ عمل ہے جِس کے ذریعے اللہ تبارک

وتعالیٰ تقدیر تو کیا اپنے فیصلوں کو بھی تبدیل فرما دیتا ہے ،
یہ خوشخبری بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل محمد صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی زبان مبارک سے ادا کروائی کہ ﴿لاَیَرُدُّ الْقَضَاءَ إِلاَّ الدُّعَاءُ وَلاَیَزِیدُ فِي الْعُمُرِ إِلاَّ الْبِرُّ::: (اللہ کے) فیصلوں کو دُعاء کے علاوہ کوئی اور چیز واپس نہیں کر سکتی ، اور نہ ہی نیکی کی علاوہ کوئی اور چیز عُمر میں اضافہ کر سکتی ہے﴾ سُنن الترمذی/حدیث 2139/کتاب النذور/باب 7 ، اِمام الالبانی رحمہُ اللہ نے """ حسن """ قرار دیا ،
اپنے زیر مطالعے موضوع """اِیصال ثواب """ کی طرف واپس آتے ہیں اور کسی کی نذر پوری کرنے سے متعلق ایک اور اہم مسئلے کا مطالعہ کرتے ہیں :::

فرض اور نذری روزے کے بارے میں ایک غلط فہمی کا ازالہ

إِمام الالبانی رحمہُ اللہ کا کہنا ہے :::
""" یہ احادیث اِس بات کی واضح دلیل ہیں کہ (اگر کِسی نے روزہ رکھنے کی نذر (مَنت) مانی مگر نذر پُوری کرنے سے پہلے مر گیا تو) مرنے والے کا ولی مرنے والے کی طرف سے (صِرف) نذر کا روزہ رکھ سکتا ہے ، صِرف پہلی حدیث ایسی ہے جِس میں نذر کے روزے یا فرض روزے کا فرق نہیں ہے بلکہ بظاہر حدیث کے اِلفاظ سے یہ سمجھ آتا ہے کہ میت کا ولی اُس کی طرف سے فرض روزے بھی رکھے گا ، اور اِسی وجہ سے شافعی مسلک والوں نے ، اور (إِمام)ابنِ حزم رحمہُ اللہ نے نذری اور فرض روزے کے فرق کو روّا نہیں رکھا ، لیکن إِمام احمد رحمہُ اللہ نے اِس فرق کو برقرار رکھا ، (اور اُن کا اِس فرق کو برقرار رکھنا ہی دُرست ہے کیونکہ یہ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کی موافقت رکھتا ہے ، اِس کا ذِکر اِن شاء اللہ ابھی آئے گا)
(إِمام) ابو داؤد رحمہُ اللہ نے """ المسائل """ میں لکھا کہ میں نے احمد ابنِ حنبل (رحمہُ اللہ) سے سُنا """ میت کی طرف سے سِوائے نذری روزے کے کوئی اور روزہ نہیں رکھا جائے گا """ ،
اور (إِمام) احمد رحمہُ اللہ کے پیروکاروں نے پہلی حدیث سے بھی نذری روزہ ہی مُراد لیا ہے اور ایسا سمجھنے کے لیے اُن کی دلیل دو جلیل القدر صحابیوں کے مُندرجہ ذیل فتوے ہیں :::
(۱) پہلی دلیل ::: عَمرَہ سے روایت ہے کہ اُن کی والدہ مر گئیں ، اور اُن کی والدہ پر رمضان کے کُچھ روزے باقی تھے ، تو عَمرَہ نے عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا سے (اِن روزوں کے بارے میں) پوچھا ،
""" کیا میں اپنی والدہ کی طرف سے یہ روزے ادا کروں ؟ """ ،

تو عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا نے جواب دیا """ نہیں بلکہ تُم اپنی والدہ کی طرف سے صدقہ کرو (اور وہ اِسطرح کہ) ہر روزے کے بدلے آدھا صاع (اناج ماپنے کا ایک پیمانہ) کِسی غریب کو دیا کرو """ ،

اِس واقعہ کو (اِمام) الطحاوی رحمہُ اللہ نے اور (اِمام) ابنِ حزم رحمہُ اللہ نے روایت کیا ہے ، اور جِن اِلفاظ میں یہ واقعہ یہاں نقل کیا گیا ہے وہ اِلفاظ (اِمام) ابنِ حزم رحمہُ اللہ کی روایت کے ہیں اور اِس روایت کی سند کو (اِمام) ابنِ الترکمانی رحمہُ اللہ نے صحیح قرار دیا ہے ،

(اِمام) البیہقی رحمہُ اللہ اور (اِمام) العسقلانی رحمہُ اللہ نے اِس کو ضعیف کہا ہے ، اگر تو اِن دونوں اِماموں نے اِس واقعہ کو اِس لیے ضعیف کہا کہ یہ مذکورہ حدیث سے سمجھ آنے والے (روزوں کے متعلق) عام حُکم سے مطابقت نہیں رکھتا تو اِس واقعہ کو ضعیف کہنے کی یہ کوئی وجہ نہیں ، اور اگر اِس کے عِلاوہ کِسی اور وجہ سے ایسا کہا ہے تو صِرف ایسا کہہ دینے سے اِس واقعہ کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا (کیونکہ اِس کی سند دُرست ہے) ۔

(۲) دوسری دلیل ::: سعید بن جُبیر رحمہُ اللہ سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہُما نے کہا """ اگر کوئی شخص رمضان میں بیمار ہو جائے اور روزے رکھے بغیر مر جائے ، تو اِن روزوں کی اُس پر قضاء نہیں ہے (یعنی اُس کی طرف سے یہ روزے نہیں رکھے جائیں گے بلکہ) اُس کی طرف سے (اِن روزوں کے بدلے) کھانا کھلایا جائے گا ، اور اگر اُس پر کوئی نذر (منت) پُورا کرنا باقی تھی تو وہ نذر اُس کا ولی اُس کی طرف سے پُوری کرے گا """ ،

اِس اثر کو (اِمام) ابو داؤد رحمہُ اللہ نے شیخین رحمہُما اللہ (یعنی اِمام بخاری اور اِمام مُسلِم) کی شرائط پر پُوری اُترنے والی سند کے ساتھ نقل کیا ہے ، اور (اِمام) ابنِ حزم رحمہُ اللہ نے ایک اور سند کے ساتھ اِس قول کو نقل کیا ہے اور اُس سند کو صحیح قرار دیا ہے ، اور اِس اثر کی تیسری سند (اِمام) الطحاوی رحمہُ اللہ کے پاس ہے ، مگر وہاں بیان کیے گئے اثر کے متن میں سے کاتِب یا چھپائی کرنے والوں سے کُچھ حذف ہو گیا ہے جِسکی وجہ سے معنی میں فساد پیدا ہو گیا ہے ،

میں (ناصر الدین الالبانی) کہتا ہوں کہ (مذکورہ حدیث کا) یہ مفہوم (جو کہ اوپر بیان کیا گیا اور) جِس کو اُم المؤمنین عائشہ ، اور حبر الاُمہ ابنِ عباس رضی اللہ عنہُما نے ، اور اِن دونوں کی پیروی کرتے ہوئے اِمامِ سُنّت احمد بن حنبل نے سمجھا ، یہی وہ مفہوم ہے جِس پر اطمینان ہوتا اور جِس پر اِنشراحِ صدر ہوتا ہے ، اِس مسئلہ میں جتنے اقوال ہیں یہ مفہوم اُن سب اقوال میں سے بہترین ہے کیونکہ اِس میں تمام وہ اعمال آ جاتے ہیں جِن کا ذِکر (اِس موضوع پر آنے والی) احادیث میں آیا ہے اور کِسی حدیث کو رد کیے بغیر یہ نتیجہ حاصل ہوتا ہے ، (کہ مرنے والے کی طرف سے اُس کا ولی صِرف نذری روزے رکھ سکتا کوئی اور عِبادت ادا نہیں کر سکتا ہے) خاص طور پر اُم المؤمنین کا پہلی حدیث سے

یہ سمجھنا (اِس بات کی دلیل ہے) کہ اِس حدیث میں رمضان کے روزوں کا ذِکر نہیں بلکہ صرِف نذری روزے کا ذِکر ہے اور (عائشہ رضی اللہ عنھا کا یہ سمجھنا ہر دوسرے کی سمجھ سے بہتر اور مکمل ہے کیونکہ)اُنہوں نے خود اِس حدیث کو روایت کیا ہے ، اور قوانین (فقہ کے قوانین) میں یہ طے شُدہ ہے کہ جو راوی (صحابی)جِس حدیث کو روایت کرتا ہے وہ اُس حدیث کے مفہوم کو کِسی بھی دوسرے سے زیادہ بہتر جانتا ہے ، (کیونکہ وہ رَسُولَ اللہ صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم کے اُس فرمان کا موقع و محل ، اور سبب جانتا ہے لہٰذا اُس کا فہم اپنی روایت کردہ حدیث کے بارے میں دوسروں کی نسبت دُرست اور مکمل ہوتا ہے) خاص طور پر جب اُس (راوی) کا فہم شریعت کے قواعد کے مُطابق (نظر آتا) ہو (تو اُس راوی کے فہم کو کِسی بھی دوسرے کے فہم پر فوقیت دی جائے گی) جیسا کہ یہاں اِس (پہلی حدیث کے) معاملہ میں اِیمان والوں کی امی جان عائشہ رضی اللہ عنہا کا فہم ہے ،

اِمام ابنُ اُلقیم رحمہُ اللہ تعالیٰ نے اِس حدیث کو صحیح قرار دیتے ہوئے اپنی کِتاب "إعلام المُوَقّعین "میں کہا """ ایک گروہ نے تو اِس حدیث کے اِلفاظ سے (فرض اور نذر ہر روزے کے لیے)عام حکم مُراد لیا اور کہا """ میت کی طرف سے روزے رکھے جا سکتے ہیں خواہ فرضی ہوں یا نذری """،

اور دوسرے گروہ نے بالکل اِنکار کیا اور کہا """ میت کی طرف سے کوئی روزہ نہیں رکھا جائے گا ، نہ فرض اور نہ ہی نذر """،

ایک اور گروہ نے (پہلے دونوں گروہوں سے) علیحدگی اختیار کرتے ہوئے کہا """ میت کی طرف سے صِرف نذری روزے رکھے جا سکتے ہیں """،

رہا وہ شخص جِس کے پاس کوئی شرعی عُذر نہیں تھا بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے فرائض کی ادئیگی میں کوتاہی کرتا رہا اب (اُس کے مرنے کے بعد) اگر کوئی دوسرا شخص اُس مرنے والے کے فرائض ادا کرے تو اِس ادائیگی کا مرنے والے کو کوئی فائدہ نہیں ، کیونکہ اپنی زندگی میں وہ شخص (اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد کردہ) فرائض (خود بغیر کِسی ولی کے) ادا کرنے پر مأمور تھا ، لہٰذا اب (مرنے کے بعد) کِسی ایک کی توبہ کِسی دوسرے کے لیے کوئی نفع نہیں رکھتی ، اور نہ ہی کِسی ایک کا اِسلام کِسی دوسرے کے لیے کوئی فائدہ رکھتا ہے ، اور نہ ہی کِسی ایک کی نماز کِسی دوسرے کے لیے کوئی نفع رکھتی ہے ، اور نہ ہی کِسی مرنے والے کے لیے یہ فائدہ مند ہے کہ کوئی دوسرا اُس کے بدلے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ کِسی فرض کی ادائیگی کرے جبکہ اپنی زندگی میں وہ شخص اللہ تعالی کے فرائض ادا کرنے میں کوتاہی کرتا رہا ، یہاں تک کہ (اِسی حالت میں) وہ شخص مر گیا """،

میں (الالبانی) کہتا ہوں کہ (اِمام) ابنُ اُلقیم (رحمہُ اللہ) نے اِس موضوع کی مزید وضاحت اور تحقیق اپنی دوسری کِتاب

""" تہذیب السُنن """ میں کی ہے، جو شخص مزید (معلومات اور وضاحت) کا طلبگار ہے وہ اِس کِتاب کا مطالعہ کرے ۔ """"""[حوالہ::: احکام الجنائز و بِدَعُھا]

یہاں تک کی بحث سے یہ بات ہر اُس شخص کے لیے بالکل واضح ہو جاتی ہے جِس کی عقل پر تعصب، اندھی تقلید، یا أَنائیت وغیرہ میں سے کوئی پردہ نہ پڑا ہو کہ """ میت کی طرف سے کوئی فرض عِبادت ادا نہیں کی جا سکتی کیونکہ اللہ سُبحانہُ وتعالیٰ، یا رَسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی طرف سے اِس کی اِجازت نہیں دی گئی، اور جب فرضی عِبادت ادا کرنے کی اِجازت نہیں تو نفلی عِبادت ادا کرنے کی کوئی گُنجائش ہی نہیں، اگر اِجازت ہوتی تو نفلی اِیصالِ ثواب سے پہلے فرض کی قضاء کے لیے ہوتی، کیونکہ فرض کی اہمیت نفل سے زیادہ ہے """۔

(3) میت کا قرض ادا کرنا (اُس کا ولی کرے یا کوئی بھی مُسلمان)

میت کو اللہ تعالیٰ کے حُکم سے فائدہ دینے والے کاموں میں سے ایک یہ ہے کہ اگر اُس پر کوئی قرض ہے تو اُس کا قرض جلد از جلد ادا کیا جائے، اِس معاملے میں تین مسائل بہت اہم ہیں جِن کا عِلم ہر مُسلمان کو ہونا چاہیے، اگرچہ اِن مسائل کا ہمارے زیرِ بحث موضوع سے براہِ راست کوئی تعلق نہیں
ہے مگر اِن کی اہمیت کا احساس کرتے ہوئے اِن کا ذِکر کر رہا ہوں:::

(1) پہلا مسئلہ::: اگر مرنے والا کوئی مال چھوڑ کر مرا ہے تو (اُس کے اولیاء یعنی ولیوں میں سے کِسی کو چاہیے کہ وہ) میت کے مال میں سے سب سے پہلے میت کا قرض ادا کرے خواہ اِس ادائیگی میں مرنے والے کا سارا مال ختم ہو جائے، یا اُس قرض کو اپنی ذمہ داری میں لے لیں۔

←←← اِس مسئلے کے دلائل درج ذیل احادیث شریفہ ہیں:::

::: (1):::عَن سَعد بن الأطول رضی اللَّهُ عنهُ: أَنَّ أَخاهُ مَاتَ و تَركَ ثلاثمائةَ درهمٍ، و تَركَ عيالاً، فأردتُ أَن أنفقها علىٰ عيالهِ : قَالَ : فَقَالَ لِي النبيُّ صلى اللَّه عليه وعلى آله وسلم ﴿إِنَّ أَخاكَ مَحتَبسٌ بِدَينهِ فاقضِ﴾

قُلتُ: يا رَسُول الله، قَد قَضِيتُ عَنهُ إِلَّا دِينارَين ادَّعَتهُمَا إمرأةٌ، وَ لَيست لها بَيِّنَةٌ ، قَالَ صلى اللَّه عليه وعلى آله وسلم ﴿ أعطِها فَإِنَّهَا مُحقّةٌ ﴾

ترجمہ::: سعد بن الاَطول رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ """ جب اُن کا بھائی فوت ہوا تو اُس نے اپنے پیچھے تین سو دینار چھوڑے اور اُس کے بیوی بچے بھی تھے، تو میں نے اِرادہ کیا کہ وہ مال اپنے بھائی کے بیوی بچوں پر خرچ کر

دوں، تو (میرے اِس اِرادے کو جاننے کے بعد) رَسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے مُجھ سے فرمایا """﴿تُمہارا بھائی قرض کی وجہ سے (جنت میں داخلے سے) روک دیا گیا ہے، اُسکا قرض ادا کرو﴾،

سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں """میں اُس کا قرض ادا کرنے کے بعد پھر رَسُولَ اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کے پاس آیا اور اُن سے عرض کی،،،اے اللہ کے رَسُول میں نے اپنے بھائی کا قرض ادا کر دیا ہے سِوائے دو دینار کے، اور اِن دو دیناروں کا دعویٰ ایک عورت کر رہی ہے مگر اُس کے پاس اپنی بات کی سچائی کی دلیل نہیں ہے، تو رَسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے فرمایا """﴿اُس (عورت) کو (دو دینار) دے دو، وہ سچی ہے﴾"""، سُنن ابنِ ماجہ/حدیث/2527 کتاب الصدقات/باب 20، إمام الالبانی رحمہُ اللہ نے """ صحیح """ قرار دیا۔

::: (1):::عَن سَمُرَةَ بن جُندُب رضی اللَّهُ عَنهُ،،، قَالَ ،،، صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صلى اللَّهُ عليه وعلى آله وسلم ذَاتَ يَومٍ فَلمَاأقبَلَ قَالَ ﴿هَا هُنَا مِن بَنِي فُلانٍ أحَدٌ﴾ فَسَكتَ القُومُ وَ كَانَ إذَا إبتَغَاهُم بِشيئٍ فَسَكَتُوا ::: ثُمَ قَالَ ﴿هَا هُنَا مِن بَنِي فُلانٍ أحَدٌ﴾ فَقَالَ رَجُلٌ : هَذا فُلانٌ : فَقَالَ صَلى اللَّهُ عليه وعلى آله وسلم ﴿إنَّ صَاحِبُكُم قَد حُبِسَعلى بابِ الجَنَّةِ بِدَينٍ كَانَ عَليه﴾

فَقَالَ رَجُلٌ : عَليَّ دَينَهُ ، فَقَضَاهُ ،

وَ فى روايةٍ الثانيةٍ ::: أنهُ صَلى اللَّهُ عليه وعلى آله وسلم نَادىَ ثَلاثاً لا يُجِيبُهُ أحدٌ ثُمَ قَالَ صلى اللَّهُ عليه وعلى آله وسلم ﴿إنَّ الرَّجُلَ الَّذى مَاتَ بَينَكُم قَد اُحتَبِسَ عَنِ الجَنَّةِ مِن أجَلِ الدَينِ الذَّى عَليهِ فَإن شِئتُ فَأفدُوهُ وَإن شِئتُم فَأسلِمُوهُ إلَى عَذابِ اللَّه﴾

ترجمہ ::: سَمُرَۃ رضی اللہ عنہٗ کہتے ہیں کہ ،،،ایک دِن نماز سے فارغ ہونے کے بعد رَسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے فرمایا ﴿کیا یہاں فُلاں قبیلے کا کوئی آدمی ہے﴾ یہ سُن کر سب خاموش ہو گئے (کیونکہ) جب رَسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم اُن کو کسی کام کے لیے طلب کرتے تو وہ خاموش رہتے (یہ صحابہ رضوان اللہ علیہم أجمعین کے رَسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کے لیے ادب و احترام اور محبت کی ایک بہترین عملی مثال ہے کہ وہ رَسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی پکار سُن کر خاموشی سے اُن کے سامنے حاضر ہوتے یا حاضر رہتے تھے اور اُن کے اگلے فرمان کا اِنتظار کرتے، گویا کہ زُبانِ حال سے یہ کہتے """ہم حاضر ہیں اے نبی اللہ """)،

صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کی خاموشی کو دیکھتے ہوئے رَسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے پھر اِرشاد فرمایا ﴿کیا

یہاں فُلاں قبیلے کا کوئی آدمی ہے﴾،
یہ تو ایک شخص نے عرض کیا""" یہ فُلان (اُس قبیلے میں سے یہاں مُوجُود ہے)"""،
تو رَسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا ﴿تُم لوگوں کے ساتھی پر قرض ہونے کی وجہ سے اُسے جَنّت کے دروازے پر روک دیا گیا ہے﴾ تو اُس مرنے ہوئے مسلمان (کے قبیلے کے) شخص نے عرض کیا""" میں اُس (مرنے والے)کا قرض ادا کرنے کی ذمہ داری لیتا ہوں ، اور اُس نے وہ قرض ادا کر دیا """،
دوسری روایت میں ہے کہ رَسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے تین دفعہ پکارا اور پھر فرمایا ﴿تُم لوگوں کا جو شخص مرا ہے اُسے جنت (میں داخل ہونے) سے روک دیا گیا ہے اُس قرض کے سبب جو اُس پر تھا، لہٰذا اگر تُم چاہو تو اُسے (اُس کا قرض ادا کر کے اِس روک سے)آزاد کروا لو، اور اگر چاہو تو (اُس کا قرض ادا نہ کرو اور)اُسے اللہ کے عذاب کے سپُرد کر دو﴾
إمام الحاکم نے المُستَدرَک میں اِس حدیث کی مندرجہ بالا دو روایات نقل کی ہیں ، اور کہا ہے کہ یہ حدیث شیخین یعنی إمام بُخاری اور إمام مُسلم (رحمہا اللہ) کی شرائط کے مُطابق صحیح ہے ، اور إمام الذہبی رحمہُ اللہ نے """التلخیص""" میں إمام الحاکم رحمہُ اللہ کی بات کی تصدیق کی ہے ،المُستدرک الحاکم /حدیث 2213اور2214/کتاب البیوع ،امام الالبانی رحمہُ اللہ نے بھی اسے """ صحیح """ قرار دِیا،
اس کے علاوہ الفاظ کے کچھ فرق کے ساتھ یہ احادیث درج ذیل کتب میں بھی مروی ہیں:::
سُنن ابو داؤد/ حدیث ۳۳۴۱/کتاب البیوع/ باب9، سُنن البیہقی ، کتاب الضمان ، باب ضمان عن المیت/مُسند احمد ، و مِن حدیث سُمرۃ بن جُندُب / حدیث 47 و 81۔
اِن احادیث کے عِلاوہ بھی اِس مسئلے کے متعلق بہت سی صحیح احادیث مُوجُود ہیں ، بات کو مختصر رکھنے کے لیے اُن احادیث کو ذِکر نہیں کیا جا رہا ہے ، اُمید ہے کہ اُوپر بیان کی گئی احادیث ہی اِس مسئلے کی وضاحت کے لیے کافی ہوں گی اِن شاء اللہ تعالیٰ۔
(2) دوسرا مسئلہ :::اگر مرنے والے نے کوئی مال نہیں چھوڑا (اور اُس کا ولی بھی قرض ادا کرنے کی طاقت نہیں رکھتا)تو اِس بات کی تاکید کے بعد کہ مرنے والا جان بُوجھ کر قرض کی ادائیگی سے رُکا نہیں رہا بلکہ اپنی زندگی میں قرض ادا کرنے کی کوشش کرتا رہا ہے ، حکومتِ وقت پر اُس قرض کی ادائیگی کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے ۔
←←← اِس مسئلے کے دلائل درج ذیل احادیث شریفہ ہیں:::

::: (1):::عَن أبِي هُريرةَ رَضي اللَّهُ عَنهُ عَنِ النَبيِّ صلى اللَّهُ عليه وعلى آله وسلم قَالَ ﴿مَن تَرَكَ مَالاً فَلِوَرثَتِهِ ، وَ مَن تَرَكَ كَلاًّ فَإِلينَا﴾

ترجمہ::: ابو ھُریرہ رضی اللہ عنہُ سے روایت ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا ﴿جِس (مرنے والے) نے مال چھوڑا تو وہ (مال) اُس کے ورثاء (وارثوں) کے لیے ہے ، اور جِس نے (غُربت کی حالت میں) اہلِ خانہ کو چھوڑا تو وہ ہماری طرف ہیں﴾ (یعنی اُنکی دیکھ بھال ہم پر ہے) صحیح البُخاری /حدیث/2398کتاب الاستقراض /باب11،

::: (2):::عَن أبِي هُريرةَ رَضي اللَّهُ عَنهُ عَنِ النَبيِّ صلى اللَّهُ عليه وعلى آله وسلم قَالَ ﴿مَا مِن مؤمِنٍ إِلَّا وَ أنا أولىٰ بِهِ فِي الدُنيا و الآخرةِ ، إقرؤوا إِن شِئتُم ﴿ النَبيُّ أولىٰ بالمؤمِنينَ مِن أنفُسِهِم ﴾ فَأيُمَا مؤمِنٍ مَاتَ وَ تَرَكَ مَالاً فَليَرِثهُ عَصبتُهُ مَن كَانُوا ، وَمَن تَرَكَ دَيناً أو ضَياعاً فَليَأتِنِي ، فَأنا مَولاهُ﴾

ترجمہ ::: ابو ھُریرہ رضی اللہ عنہُ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا ﴿ میں ہر ایمان والے پر اُس (کی جان) سے زیادہ حق رکھتا ہوں ، اگر تُم چاہو تو (میری اِس بات کے ثبوت میں اللہ تعالیٰ کا یہ قول) پڑھو ﴿نبی ایمان والوں پر اُن کی جانوں سے زیادہ حق رکھتا ہے﴾ (سورت الاحزاب/آیت 6)، تو جو بھی مومن مر گیا اور اُس نے مال چھوڑا تو وہ مال اُسکے رشتہ داروں کے لیے ہے (حسبِ رشتہ) جو بھی ہوں ، اور جو مقروض مرا اور اھلِ خانہ کو (اِس قرضہ کی حالت میں) چھوڑا تو وہ میرے پاس آئیں کیونکہ میں اُنکا ولی ہوں﴾ صحیح البُخاری /حدیث /2399کتاب الاستقراض/باب11،

:::(3):::عَن أُمِ المُؤمِنِين عائشةَ رضي اللَّهُ عَنهَا قَالَت ، قَالَ رَسُوُلُ اللَّهِ صلى اللَّهُ عليه وعلى آله وسلم ﴿مَن حَمَلَ مِن أُمَّتِي دَيناً ، ثُمَ جَهَدَ فِي قَضَائِهِ فَمَاتَ وَ لَم يَقضِهِ فَأنَا وَلِيُّهُ﴾

ترجمہ ::: اِیمان والوں کی والدہ محترمہ امی جان عائشہ رضی اللہ عنہا کا کہنا ہے کہ رَسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے اِرشاد فرمایا ﴿میری اُمت میں سے جِس کِسی نے قرض لیا اور اُس کی ادائیگی کی کوشش کرتا رہا (مگر ادا کیے بغیر) مر گیا تو اُس کا قرض مُجھ پر ہے﴾ (یعنی میں اُس کے قرض کا ذمہ دار ہوں)،

مُسند اَحمد/حدیث 24959 ، 25722 ، اور مُسند عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی اَحادیث میں سے حدیث رقم 448اور1208 ، اور اِمام الالبانی رحمہُ اللہ کا کہنا ہے کہ اِس حدیث کی سند شیخین (اِمام بُخاری اور اِمام مُسلم رحمہما

اللہ) کی شرائط کے مُطابق صحیح ہے۔

☜☜☜ سوچنے کا مقام ہے کہ رَسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم تو اُس وقت تک کِسی کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھاتے تھے جب تک میت کا قرض ادا نہ ہو جاتا، یا رَسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم خود اُس کی ادائیگی کی ذمہ داری لے لیتے جیسا کہ اوپر بیان کی تین احادیث میں آیا ہے،

مگر اب کِسی کو مرنے والے کے قرض کی ادائیگی کی کوئی فِکر نہیں ہوتی، کبھی کبھار کہیں کسی میت کے ورثا اعلاناً اُس کے قرضوں کے بارے میں پوچھتے ہیں، اور پھر،،،،،

قرض کی ادائیگی کرنے کی بجائے اِیصالِ ثواب کی رسمیں ادا کرنے کی فِکر لاحق ہو جاتی ہے خواہ اِن رسموں کو ادا کرنے کے لیے اُسے خود بھی قرض لینا پڑے، اپنے مرنے والے کے لیے اِیصال ثواب کی رسمیں پوری کرتے ہوئے اِن قرض والوں کو یہ یاد خیال نہیں رہتا کہ کہیں یہ قرض اَدا کرنے سے پہلے اپنی موت آن دبوچے تو خود بھی اللہ کے سامنے کِسی کا مقروض ہو کر پہنچیں گے تو کیا ہو گا؟؟؟

ہونا تو یہ چاہیے کہ اِن رسموں کو نبھانے والے مرنے والے سے اپنی رشتہ داری نبھائیں اور اُس کا قرض ادا کریں تا کہ اُس کو واقعتاً اِیصالِ ثواب ہو، اصل کہانی یہ ہے کہ اِن رسموں کو پُورا کرنے والوں میں سے اکثریت کا مقصد میت کو ثواب پُہچانا ہو یا نہ ہو مگر،،،، اپنے آپ کو لوگوں کی طعن و تشنیع سے بچانا ضرور ہوتا ہے کہ اگر ہم یہ کام نہیں کریں گے تو لوگ کہیں گے کہ اِنہیں اپنے مرنے والے سے کوئی محبت نہ تھی، لہذا اِس لیے وہ یہ رسمیں پوری کرتے ہیں۔

(3) تیسرا مسئلہ :::اگر حکومت میت کا قرض ادا نہ کرے تو کوئی بھی دوسرا مُسلمان وہ قرض ادا کر سکتا ہے، یا قرض کی ادائیگی کی ذمہ داری لے سکتا ہے۔

←←← اِس مسئلے کے دلائل درج ذیل احادیث شریفہ ہیں:::

::: (1):::عَن جابر بن عبداللَّه رضی اللَّهُ عَنهُ قَالَ : """"" مَاتَ رَجُلٌ ، فَغَسَّلنَاهُ وَ كَفَّنَاهُ وَ حَنَّطنَاهُ وَ وَضَعنَاهُ لِرَسُولِ اللَّهِ صلی اللَّهُ علیه وعلی آله وسلم حَيثُ تُوضَع الجنائز، عِندَ مقامَ جِبريل ، ثُمَ آذَنَّا رَسُولَ اللَّه صلی اللَّهُ علیه وعلی آله وسلم بالصلاة علیهِ، فَجاءَ مَعنَا خُطئً، ثُمَ قَالَ ﴿لَعَّل عَلَى صاحِبكُم دَيناً ؟﴾

قَالُوا : نَعم ديناران، فَتَخلَّفَ ، فَقَالَ رَجُلٌ مِنَا يُقَالُ لَهُ، ابو قتادةَ : يا رَسُولَ اللَّهُ هُما عَلَيَّ ،

فَجَعَلَ رَسُولُ اللَّه صلی اللَّهُ علیه وعلی آله وسلم يَقُولُ ﴿هُمَا عَلِيكَ وفی مَالِكَ و المَيِّت مِنهُما بَرِیءٌ﴾،

فَقَالَ : نَعم ، فَصلَّى عَلَيهِ فَجَعَلَ رَسُولَ اللَّهِصلى اللَّهُعليه وعلى آله وسلم إذا لَقَاءَ أَبا قَتادةَ يَقُولُ﴿مَا صَنَعتِ الديناران ؟﴾،

حتىَ كَانَ آخِرَ ذَلِكَ(وفى روايةِ الأُخرىَ : ثُمَ لَقِيهُ مِن الغَدِ فَقَالَ﴿مَا فَعَلَ الديناران ؟﴾،

قَالَ : قَضَيتُهُما يا رَسُولَ اللَّه ،

قَالَ صلى اللَّهُعليه وعلى آله وسلم ﴿الآنَ حِينَ بَرَدَت عَلَيهِ جِلدُهُ﴾،

ترجمہ ::: جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہُ کہتے ہیں """(ہم میں سے)ایک آدمی مر گیا، تو ہم نے اُسے غُسل دیا اور کفن پہنایا اور مُقامِ جبریل (علیہ السلام) کے پاس ، جہاں جنازے رکھے جاتے رَسُولَ اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کے (نمازِ جنازہ پڑھانے) کے لیے رکھ دیا ، پھر ہم نے رَسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کو اُس کی نمازِ جنازہ پڑھانے کے لیے کہا ، تو رَسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم ہمارے ساتھ آئے ،(نماز پڑھانے کے لیے آگے بڑھنے کے بعد) رَسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے پُوچھا ﴿ہو سکتا ہے تُمہارے اِس ساتھی پر (کوئی) قرض ہو﴾،

لوگوں نے عرض کی """جی ہاں ، دو دینار قرض ہے """،

تو (یہ سُن کر)رَسُولَ اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم پیچھے ہٹ گئے (یعنی نماز پڑھانا پسند نہیں فرمایا ، یہ دیکھ کر) ہمارے ایک ساتھی ابو قتادہ (رضی اللہ عنہُ) نے عرض کی """اے اللہ کے رَسُول وہ دو دینار میں اپنے ذمہ لیتا ہوں """،

تو رَسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے فرمایا ﴿وہ دو دینار تُمہارے ذمہ ہیں اور تُمہارے مال میں شامل ہیں اور میت اُن سے بری الذمہ ہے ؟﴾

تو اَبو قتادہ نے عرض کی """جی ہاں """،

اِس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے اُس میت پر نماز پڑھی ،(اِس کے بعد) جب رَسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی ابو قتادہ (رضی اللہ عنہُ) سے مُلاقات ہوتی تو رَسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم اُن سے پُوچھتے ﴿دو دیناروں کا کیا بنا ؟﴾،

(ایک دوسری روایت میں ہے کہ ،،،دوسرے دِن رَسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی ملاقات ابو قتادہ (رضی اللہ عنہُ) سے ہوئی تو دریافت فرمایا ﴿دو دیناروں نے کیا کیا ؟﴾)،

تو آخر میں ابو قتادہ نے گذارش کی """میں نے وہ ادا کر دیئے ہیں اے اللہ کے رَسُول ، تو رَسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے اِرشاد فرمایا ﴿اب (اتنی دیر سے) جبکہ اُسکی جِلد ٹھنڈی ہو چکی﴾ مُستدرک الحاکم /حدیث ۲۳۴۶/کتاب

البیوع، اِمام الذھبی رحمہُ اللہ نے صحیح قرار دیا،
مُسند احمد/حدیث 14910 (مُسند جابر بن عبداللہ میں سے حدیث رقم 434)، سُنن الدارقطنی/حدیث/293 کتاب البیوع، اِمام البانی رحمہُ اللہ نے حسن قرار دِیا، اِرواء الغلیل/حدیث 1416،
یہ واقعہ مختصر طور پر درج ذیل کتب میں بھی روایت کیا گیا ہے،
سُنن النسائی/کتاب الجنائز/باب 67، سُنن الترمذی/کتاب الجنائز/باب 70، سُنن ابن ماجہ/کتاب الصدقات/باب 9،
تینوں روایات کو اِمام البانی رحمہُ اللہ نے صحیح قرار دِیا ہے،

::: (2) :::عَن عبداللَّه بن أبي قَتادَةَ رضی اللَّهُ عِنهُ فی هَذهِ القِصةِ أنَّ أبی قَتادةَ قَالَ لِنبيِّ صلی اللَّهُ علیه وعلی آله وسلم """أرأیتَ إِن قِضیتُ عَنهُ أتُصَلِّي عَلیهِ؟ """،
قَالَ صلی اللَّهُ علیه وعلی آله وسلم ﴿إِن قضیتَ عَنهُ بَالوفَاءِ صَلَّیتُ عَلیه﴾،
قَالَ """فَذَهَبَ أبو قَتادَةَ فَقَضَی عَنهُ """،
فَقَالَ صلی اللَّهُ علیه وعلی آله وسلم ﴿أوَفَیتَ مَا عَلیهِ؟﴾، قَالَ """ نَعم """،
﴿فَدَعَا بِهِ رَسُولُ اللَّه صلی اللَّهُ علیه وعلی آله وسلم فَصَلَّی عَلیهِ﴾۔

ترجمہ ::: اِس واقعہ کی ایک اور روایت ابو قتادہ رضی اللہ عنہُ کے بیٹے عبد اللہ سے ہے اِس روایت میں عبد اللہ کہتے ہیں """ (میرے والد) اُبی قتادہ نے رِسُولَ اللہ صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم سے پوچھا کی """ اگر میں اِس (میت) کی طرف سے قرض ادا کر دوں تو کیا آپ اِس کی نمازِ جنازہ پڑھائیں گے ؟ """،
تو رَسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم نے اِرشاد فرمایا ﴿اگر تُم نے وفاء کے ساتھ (قرض) ادا کر دیا تو (پھر) میں اِس (میت) کی نمازِ جنازہ پڑھوں گا﴾،
عبد اللہ کہتے ہیں (میرے والد) اُبی قتادہ (رضی اللہ عنہُ) گئے اور اُس میت کا قرض ادا کیا (اور جب وہ واپس آئے تو) رَسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم نے دریافت فرمایا ﴿کیا تُم نے جو کُچھ اُس (میت) پر (قرض) تھا ادا کر دیا﴾،
ابو قتادہ (رضی اللہ عنہُ) نے عرض کی """ جی ہاں """،
﴿تو رَسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم نے اُن (اُبی قتادہ) کے لیے دُعا کی اور اُس (میت) کی نمازِ جنازہ پڑھی﴾۔
مُسنَد احمد/حدیث 22910، 22940، 23034/ (حدیث أبی قتادۃ الأنصاری رضی اللہ عنہُ، 26، 56، اور 150) اِمام الالبانی رحمہُ اللہ تعالیٰ نے اِس حدیث کی سند کے بارے میں کہا کہ """ اِس حدیث کی سند (اِمام) مُسلم

کی شرائط کے مُطابق صحیح ہے"""،

اور اِس حدیث کے پڑھنے والوں کو دو بہت اہم باتوں کی طرف متوجہ کرتے ہوئے لکھا:::

::::: دو اہم باتیں :::::

(1) :::::اِس حدیث نے (ہمیں) یہ فائدہ دیا، (یعنی ہم پر یہ واضح ہو گیا) کہ رَسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے جنازے پر نماز قرض کی ادائیگی کے بعد پڑھی ہے پہلے نہیں، جیسا کہ ابو قتادہ (رضی اللہ عنہُ) کے بیٹے کی روایت میں ہے کہ اُنکے والد ابو قتادہ (رضی اللہ عنہُ) کے قرض ادا کرنے کے بعد رَسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے نماز پڑھی،

اگر اِن روایات کو دو مختلف واقعات نہ سمجھا جائے تو، معاملہ بالکل واضح ہو جاتا ہے، یُوں بھی ابو قتادہ (رضی اللہ عنہُ) والی روایت جابر (رضی اللہ عنہُ) والی روایت کی نسبت زیادہ صحیح ہے، اور وہ اِس لیے کہ جابر (رضی اللہ عنہُ) والی روایت میں عبداللہ بن محمد بن عقیل (نامی ایسا راوی) ہے اور اُس راوی کے بارے میں محدثین نے کہا ہے کہ """اگر مخالفت نہ ہو تو اِس راوی کی حدیث حسن ہے، اور اگر مخالفت ہو تو پھر اِس کی (بیان کردہ) حدیث (میں) کوئی حُجت نہیں"""۔

(2) :::::اِن (میت کی طرف سے قرض ادا کرنے کے واقعات والی) احادیث کے مُطالعہ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ میت کا قرض ادا کرنے سے میت کو فائدہ ہوتا ہے، خواہ یہ قرض اُس کے ولی کے عِلاوہ کوئی اور ادا کرے، اور اِس کی ادائیگی کے سبب مرنے والے کو عذاب سے نجات ملتی ہے، (یہ خیال رہے کہ) یہ احادیث اللہ تعالیٰ کے اِرشاد گرامی ﴿وَ أَنَّ لَيسَ لِلإِنسَانِ إِلَّا مَا سَعَى:::اور بے شک اِنسان کے لیے صِرف وہی (جزاء) ہے جِس کے لیے اُس نے کوشش کی﴾ اور رَسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کے فرمان ﴿إذا مَاتَ الإِنسانُ أنقَطَعَ عَنهُ عَملهُ إِلَّا مِن ثَلاثَةٍ إِلَّا مِن صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ ، عِلمٍ يُنتَفَعُ بِهِ ، أو وَلَدٍ صَالح يَدعُو لَهُ:::جب کوئی انسان مر جاتا ہے تو اُس کا ہر عمل کٹ جاتا ہے سِوائے تین (اعمال) کے (1) جو صدقہ اُس نے کیا تھا اور وہ جاری ہو (یعنی مرنے والے کے بعد وہ صدقہ رُک نہ گیا ہو)، (2) ایسا عِلم جو کہ (دینی طور پر) فائدہ مند ہو، (3) صالح (یعنی) نیک اولاد جو دُعا اُسکے لیے کرے (یعنی اُس دُعا کا فائدہ مرنے والے کو پُہنچتا ہے)﴾ کے خِلاف نہیں بلکہ استثنائی صُورت ہے"""[احکام الجنائز و بِدَعُھا]۔

قارئین کرام، یاد رکھیے گا کہ یہ استثناء اِس لیے ہے کہ اِس کی اجازت سُنّت مُبارکہ میں سے ملی ہے، اِس طرح کسی اور کی طرف سے قرض ادا کرنے کے جائز ہونے پر قیاس کر کے اِیصالِ ثواب کے نام پر کی جانے والی بِدعَات کو جائز قرار نہیں دیا جا سکتا، یہ بات

اِس سے پہلے (صفحہ، 7 اور 18 پر) واضح کی جاچُکی ہے کہ عِبادات اور عقائد میں قیاس کی کوئی گُنجائش نہیں۔

(4) (صالح) نیک اولاد کے نیک اعمال

اِیمان والوں کی امی جان عائشہ رضی اللہ عنہا کا فرمانا ہے کہ رَسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے اِرشاد فرمایا ﴿إِنَّ أطيبَ مَا أَكَلَ الرَّجُلُ مِن كَسبِهِ ، وَ إِنَّ وَلَدُهُ مِن كَسبِهِ:::اِنسان کا سب سے اچھا کھانا وہ ہے جو وہ خود کما کر کھائے ، اور اِنسان کی اولاد اُس کی کمائی ہے﴾ سُنن ابو داؤد /حدیث /3530 کتاب الاِجارہ/باب 43،،،سُنن النسائی/حدیث/4469 کتاب البیوع / پہلا باب،،، سُنن الترمذی/حدیث 1358/ کتاب الاحکام/باب 22،،،سُنن الدارمی /حدیث 2592/ و من کتاب البیوع/باب 6،،، سُنن ابنِ ماجہ/حدیث 2290/کتاب التجارات/باب 1،،،المُستدرک الحاکم /حدیث 2295/کتاب البیوع ،،، صحیح ابن حبان /حدیث 4260،اِمام الالبانی رحمہُ اللہ نے صحیح قرار دِیا ہے۔

اِس مذکورہ بالا حدیث شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے ہمیں بڑی ہی وضاحت سے یہ مسئلہ سمجھایا ہے کہ چُونکہ اِنسان کی اولاد اُس کی کمائی ہے لہٰذا مرنے والے کو اُس کی نیکو کار اولاد کے نیک أعمال کا برابر ثواب ہوتا ہے، اور کرنے والوں کے أجر و ثواب میں بھی کوئی کمی نہیں ہوتی ،

◄◄◄ اِس مسئلے کی مزید وضاحت اور دلائل درج ذیل احادیث شریفہ بھی ہیں:::

::: (1)::: عَن عَائشةَ رَضی اللَّهُ عَنهَا ، أَنَّ رَجُلاً قَالَ """ إِنَّ أُمِی افتُلِتَت نَفسَهَا [وَ لَم تُوصِ] ، وَ أَظُنُّهَا لَو تَكَلَّمَت تَصَدَقَت ، فَهَل لَهَا أجرٌ إِن تَصَدَّقتُ عَنها [وَ لِی أجرٌ]"""،

قَالَ صلی اللَّهُ عليه وعلى آله وسلم ﴿نَعم﴾، [فَتَصَدَّقَ عَنها]۔

ترجمہ ::: عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ،ایک آدمی نے (رَسُولَ اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم سے) کہا """ میری ماں اچانک مر گئی ، اور اُس نے کوئی وصیت بھی نہیں کی میرا خیال ہے کہ اگر (اُسے مہلت ملتی اور) وہ

بولتی تو وہ صدقہ کرتی ، اب اگر میں اُسکی طرف سے صدقہ کروں تو کیا اُسے اور مُجھے اِس صدقہ کا اَجر ملے گا ؟""" ،

تو رَسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا ﴿ ہاں ﴾ ، تو اُس شخص نے (اپنی ماں کی طرف سے) صدقہ کیا ۔

صحیح البُخاری/حدیث 2760/کتاب الوصایا/باب 19،،، صحیح مُسلم/حدیث 2373/کتاب الزکاۃ/باب 16،،، سُنن ابن ماجہ/حدیث 2821/کتاب الوصایا/باب 8،،، سُنن ابو داؤد/حدیث 2883/کتاب الوصایا/باب 15،،، سُنن النسائی/حدیث 3649/کتاب الوصایا/باب 7،

::: (2)::: عَن ابن عباس رضی اللَّہُ عنہُ ،،، أَنَّ سَعدَ بن عُبادۃَ ، أخا بنی ساعدۃَ ، تُوُفِیت اُمُہُ وَ ھو غائبٌ عَنھا ، فَقَالَ """یا رَسُولَ اللَّه إنَّ أُمِّي تُوُفِّيت ، وَ أنَا غَائبٌ عَنهَا ، فَهَل يَنفَعُهَا إن تَصَدَّقتُ بِشيءٍ عَنهَا ؟""" ،

قَالَ صلی اللَّہُ علیہ وعلی آلہ وسلم ﴿ نَعم ﴾

قَالَ """ فَإِنِّي أشهِدُكَ أنَّ حائطي المِخرافِ صدقةٌ عَلَيها""" ،

ترجمہ ::: عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہُ سے روایت ہے کہ ،،، بنی ساعدہ کے بھائی سعد بن عُبادۃ کی ماں مر گئی اور اُس کے مرنے کے وقت سعد اُس کے پاس نہیں تھے ، (بعد میں) اُنہوں نے رَسُولَ اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم سے پُوچھا """اے اللہ کے رَسُول میری والدہ ایسے وقت میں مر گئیں جب کہ میں اُن کے پاس نہیں تھا ، اب اگر میں اُن کی طرف سے کوئی چیز صدقہ کروں تو کیا یہ صدقہ اُنہیں کوئی فائدہ دے گا ؟""" ،

رَسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے اِرشاد فرمایا ﴿ ہاں ﴾ ،

سعد رضی اللہ عنہُ نے عرض کی """تو میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ میں اپنا مخراف والا باغ اپنی ماں کے لیے صدقہ کرتا ہوں """ ،

صحیح البُخاری/حدیث 2715/کتاب الوصایا/باب 15،،، سُنن الترمذی/حدیث 669/کتاب الزکاۃ/باب 33،،، سُنن ابو داؤد/حدیث 2884/کتاب الوصایا/باب 15،،، سُنن النسائی/حدیث 3655/کتاب الوصایا/باب 8،

::: (3)::: عَن أبي هُريرَةَ رَضی اللَّہُ عَنہُ ،،، أَنَّ رَجُلاً قَالَ لِنَبِيِّ صلی اللَّہُ علیہ وعلی آلہ وسلم """إنَّ أبي مَاتَ وَ تَرَكَ مَالاً وَ لَم يُوصِ ، فَهَل يُكَفِّرُ عَنهُ أن أتَصَدَّقَ عَنهُ ؟""" ، قَالَ صلی اللَّہُ علیہ وعلی آلہ وسلم ﴿ نَعم ﴾ ،

ترجمہ ::: أبی ہُریرہ رضی اللہ عنہُ سے روایت ہے کہ ،،، ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم سے عرض کی """ میرے والد اِس حالت میں مرے ہیں کہ اُنہوں نے مال تو چھوڑا ہے مگر کوئی وصیت نہیں کی ، اگر میں اُن کی

طرف سے صدقہ کروں تو کیا (یہ صدقہ وصیت نہ کرنے کا) کُفارہ ہو سکتا ہے ؟ """،

تو رَسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم نے اِرشاد فرمایا ﴿ہاں﴾۔

صحیح مُسلم/حدیث4306/کتاب الوصایا/باب3،،،سُنن ابن ماجہ/حدیث2716/کتاب الوصایا/باب8،،،سُنن النسائی/حدیث 3652/کتاب الوصایا/باب8،

::: (4)::: عَن عبداللَّه بن عَمرو ،،، أن العَاصَ بن وائل السَّهمي أوصيٰ أن يُعتَقَ عِنه مِائَة رقَبَةٍ ، فَأعتَقَ إبنُهُ هِشامُ خَمسِينَ رَقَبَةً ، وَ ارَادَ إبنُهُ عَمروٌ أن يُعتَقَ عِنه الخمسِين الباقيَة ، قَالَ حَتيٰ أسألُ رَسُولَ اللَّه صلی اللَّهُ عليه وعلى آله وسلم فَأتَىَ النَّبِيّ صلی اللَّهُ عليه وعلى آله وسلم فَقَالَ """ يا رَسُولَ اللَّه إنَّ أبي أوصَيٰ أن يُعتَقَ عِنهُ مِائَةَ رَقبَةٍ ، وَإنَّ هَشاماً أعتَقَ عنه خَمسِينَ ، وَ بَقِيَت عَليهِ خَمسُونَ ، أ فَأُعتِقُ عنهُ ؟"""،

فَقَالَ رَسُولُ اللَّه صلی اللَّهُ عليه وعلى آله وسلم ﴿إنَّهُ لَو كَانَ مُسلِماً فَأعتَقتُم أو تِصدَّقتُم عنهُ أو حَجَجتُم عنهُ بَلَغَهُ ذَلِكَ﴾ (و في رواية) ﴿فَلَو كَانَ أقَرَّ بِالتَوحِيدِ فَصُمتَ أو تَصَدَّقتَ عنهُ نَفَعَهُ ذَلِكَ﴾

ترجمہ ::: عبداللہ بن عَمرو سے روایت ہے کہ ،،، عاص بن وائل نے (مرنے سے پہلے) وصیت کی کہ اُس کی طرف سے ایک سو غُلام آزاد کیئے جائیں ، (اُس کے مرنے کے بعد)اُس کے بیٹے ھَشام نے پچاس غُلام آزاد کیے اور اُسکے (دوسرے)بیٹے عَمرو نے اِرادہ کیا کہ باقی پچاس وہ آزاد کرے (یہ اِرادہ کرنے کے بعد عَمرو نے) کہا (پہلے) میں رَسُولَ اللہ صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم سے پُوچھ لُوں ، تو وہ رَسُولَ اللہ صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم کے پاس گئے اور عرض کی """اے اللہ کے رَسُول ، میرے والد نے وصیت کی تھی کہ اُس کی طرف سے سو غُلام آزاد کیے جائیں ، جِن میں سے پچاس تو ھَشام نے آزاد کر دیے، اور باقی میرے والد پر پچاس رہ گئے ، تو کیا میں اپنے والد کی طرف سے (باقی پچاس غُلام)آزاد کر دوں ؟ """،

تو رَسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم نے اِرشاد فرمایا ﴿اگر وہ مُسلمان ہوتا ، اور (پھر) تُم اگر اُس کی طرف سے صدقہ کرتے یا غُلام آزاد کرتے ، یا حج کرتے تو (یہ کام یعنی اِن کا) فائدہ اُسے ہوتا﴾

ایک اور روایت میں ہے کہ رَسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم نے اِرشاد فرمایا ﴿اگر اُس (تُمہارے باپ) نے توحید کا اِقرار کیا ہوتا تو تُمہارا اُس کی طرف سے روزہ رکھنا یا صدقہ کرنا اُسے فائدہ دیتا﴾

سُنن الکبریٰ للبیہقی/حدیث13013/کتاب الوصایا/باب24،سُنن ابو داؤد/حدیث2885/کتاب الوصایا/باب16،مُسند أحمد/حدیث 242 (مُسند عبداللہ بن عَمرو رضی اللہ عنہُ میں سے حدیث رقم)،اِمام الالبانی رحمہُ اللہ نے صحیح قرار دِیا ہے

::::: یاد رکھنے کی دو باتیں :::::

مندرجہ بالا احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مرنے والے کی اولاد کے نیک أعمال کا فائدہ مرنے والے کو ہوتا ہے ،
مگر اِس معاملے میں دو باتیں اچھی طرح سے یاد رکھنے کی ہیں ::

(1) ::::: مرنے والا کو صِرف اپنی اولاد کے صالح أعمال کا ثواب پُہنچتا ہے ، اور صالح عمل صِرف وہی ہوتا ہے جو کہ قران کریم کی درست مفہوم اور رَسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم کی سنت مُطھرہ کے مُطابق ہو اور اُس کے کیے جانے کی کوئی صحیح دلیل سُنّت شریفہ میں ملتی ہو اپنی طرف سے گھڑی ہوئی بِدعت نہ ہو۔

(2) ::::: میت کی طرف سے (رہ گئے ہوئے کِسی فرض کی) قضاءَ (یعنی اُس فرض کو ادا کرنا) ،،، اور میت کی طرف سے صدقہ کرنا ،،، دو الگ الگ معاملات ہیں ،

اور اِن دونوں میں سے (کِسی فرض کی) قضاءَ کرنا خاص (معاملہ) ہے جبکہ صدقہ کرنا عام ہے ،

پس ، غور فرمایے کہ جب عام کام (یعنی صدقہ) کرنے کی اِجازت نہیں تو خاص کام کرنے کی اِجازت کہاں سے ہوئی ؟؟؟ اگر ایسی کوئی اجازت ہوتی تو ہمیں اس کی کوئی خبر ملتی ، اور جب ایسی کوئی خبر میسر نہیں تو پھر بلا شک و شبہ کسی کو یہ حق نہیں کہ وہ کسی ممنوع میں اپنی طرف سے کچھ جائز بنالے یا داخل کرلے ، اور نہ ہی یہ حق ہے کہ کسی محدود کی حدود تبدیل کرے یا اُن میں کچھ داخل کرے۔

اِمام الالبانی رحمہُ اللہ کا کہنا ہے کہ """" (مذکورہ بالا احادیث کی بُنیاد پر) کُچھ لوگوں کا کہنا کہ """ اِس بات پر اِجماع ہے کہ کوئی بھی شخص میت کی طرف سے صدقہ کر سکتا ہے اور اُس کا أجر و ثواب میت کو پُہنچتا ہے """ ،

اگر اِجماع کا یہ دعویٰ درست ہو (اور یہ درست نہیں ہے) تو پھر یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ أحادیث اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿وَأَن لَّيْسَ لِلْإِنسَانِ إِلَّا مَا سَعَى﴾ کے عام حُکم میں سے صدقہ کرنے کو مستثنیٰ قرار دیتی ہیں ،

اور اگر (اِجماع کا دعوی درست نہیں اور یقیناً) یہ درست نہیں تو پھر یہ ہی حق ہے کہ میت کی طرف سے صدقہ کرنے کا معاملہ صِرف میت کی اولاد کے لیے خاص ہے اور میت کی طرف سے صدقہ کرنے کی یہ أحادیث اُس کی اولاد کے لیے ہیں ، کیونکہ اِنسان کی اولاد اِنسان کی کمائی ہے جیسا کہ صحیح حدیث سے ثابت ہے ، (یُوں اولاد کی طرف سے صدقہ گویا کہ اُس کی اپنی کمائی ہے ، اور یہ اللہ تعالیٰ کے اِرشاد کے خِلاف نہیں) لہٰذا اِس واضح فرق کی مُوجودگی میں اجنبی کو اولاد پر قیاس کرنا (یعنی اجنبی کے معاملے میں اولاد کے جیسا حُکم دینا) جائز نہیں ،

اور نہ ہی صدقہ کو قضاءَ پر قیاس کرنا جائز ہے (یہ بات اِس سے پہلے صفحہ 7 اور 18 میں واضح کی جا چکی ہے کہ عِبادات اور عقائد میں قیاس کی کوئی گُنجائش نہیں) کیونکہ قضاءَ کا معاملہ عام صدقات کے معاملات میں سے استثنائی

معاملہ ہے (کیونکہ عام صدقات کی اِجازت صِرف اولاد کے لیے ہے کِسی دوسرے کے صدقہ کا فائدہ مرنے والے کو نہیں ہوتا) جیسا کہ (ابھی) ذِکر کیا گیا ہے۔

بعض لوگوں نے اپنی اولاد کے عِلاوہ دوسروں کو بھی اِس مسئلے میں اولاد پر قیاس کیا ہے لیکن یہ قیاس مندرجہ ذیل وجوہات کی بُنیاد پر غلط ہے :::

::::: (1) ::::: بِلاشک یہ قیاس قُرآن کے عام معنیٰ اور مفہوم کے خِلاف ہے مثلاً اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ﴿وَمَن تَزَكَّىٰ فَإِنَّمَا يَتَزَكَّىٰ لِنَفْسِهِ ::: اور جِس نے (اپنے نفس کی صفائی کے لیے) اچھا کام کیا تواُس نے یہ کام اپنے لیے ہی کیا (یعنی اُسکے کام کا اَجر اُس کو ہی ملے گا)﴾ سُورت فاطر/آیت 18،

اِس کے عِلاوہ وہ تمام آیات جِن کے ذریعے یہ پتہ چلتا ہے کہ (آخرت کی) خیر اور جنت میں داخلہ نیک کاموں کے ساتھ مُنسلِک ہے ، اور اِس میں کوئی شک نہیں کہ والدین اپنی اولاد کی (اچھی دینی) تربیت کرنے ، اور اُن کی ذمہ داریاں نبھانے کے ذریعے اپنے نفس کا فائدہ کرتے ہیں تو اِس میں اُنکے لیے اَجر و ثواب ہے ، اُن کے سِوا کسی دوسرے کے لیے نہیں ،

(میں عادل سہیل کہتا ہوں ، رہا معاملہ اِس سوچ کا کہ اگر اولاد کی نیکیوں میں سے والدین کو اجر ملے گا کہ اولاد والدین کی ہی کمائی ہے تو پھر اولاد کے گناہوں میں سے بھی والدین کو سزا ملے گی ، یہ سوچ درست نہیں ، کیونکہ)

::::: (2) ::::: اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ ::: ہر جان اپنے کیے (ہوئے کاموں) بدلے میں (اللہ کے پاس) گِروی رکھی ہوئی ہے﴾ سُورت المُدثر/آیت 38،

اور فرمایا ﴿لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا ::: اُس (ہر جان) کے لیے وہی (اَجر و ثواب) ہے جو اُس نے کمایا اور اُس پر وہی (عذاب) ہے جو اُس نے کمایا﴾ سُورت البقرہ/آیت 286،

یعنی کوئی شخص کِسی دوسرے کی نیکی یا گُناہ کا اَجر یا عذاب نہیں پائے گا بلکہ ہر جان اپنے اپنے عمل کے مُطابق جزاء پائے گی ،

اور جیسا کہ کُچھ دیر پہلے ایمان والوں کی ماں جی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا سے روایت کردہ اَحادیث میں رَسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے اِنسان کی اولاد کو اِنسان کی کمائی اور کوشش قرار دیا ہے ، لہذا اپنی اولاد اور دوسروں میں فرق کرنے والی اِتنی واضح دلیل کی مُوجودگی میں یہ قیاس یقیناً باطل ہے ۔

::::: اِمام الشوکانی علیہِ رحمۃُ اللہ کا کہنا ہے """"" اِس مُوضُوع پر آنے والی احادیث اِس بات کی دلیل ہیں کہ ماں باپ کے مرنے کے بعد اُن کی اولاد کی طرف سے کیا گیا صدقہ اُن تک پُہنچتا ہے خواہ اُنہوں نے اِس (صدقہ) کی وصیت نہ بھی کی ہو (پھر بھی یہ صدقہ اُن تک پُہچتا ہے، یعنی) اُس (صدقہ) کا ثواب اُن دونوں (ماں اور باپ) تک پُہنچتا ہے،

لہٰذا اِن احادیث کی بُنیاد پر اللہ تعالیٰ کے قول ﴿وَ أَنۡ لَّيۡسَ لِلۡإِنسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ﴾ کے عام حُکم میں سے اولاد (کی طرف سے صدقہ کے معاملہ) کو خاص کیا جائے گا،

مگر،،، چُونکہ اِن احادیث میں اولاد کی طرف سے (بھی صِرف) صدقے (کے ثواب) کے ملنے کا ذِکر ہے اور یقیناً (کسی شک کے بغیر، مکمل وضاحت کے ساتھ حدیث مبارک کے ذریعے) یہ ثابت ہو چُکا ہے کہ اِنسان کی اولاد اُس کی اپنی کوشش (کا نتیجہ) ہے،

لہٰذا (اِس وضاحت کے بعد) خصوصیت کی ضرورت ہی نہیں رہتی (یعنی اِس چیز کی ضرورت نہیں رہتی کہ مذکورہ آیت کے عام حکم میں سے کِسی عمل کو خاص کیا جائے) اور جہاں تک معاملہ ہے اپنی اولاد کے عِلاوہ کِسی غیر کا تو قُرآن (کریم کی آیات) کے عام معنیٰ اور مفہوم کے مُطابق (بالکُل واضح ہے کہ) غیر کا ثواب میت تک نہیں پُہنچتا، لہٰذا آیات کے اِس عام معنیٰ اور مفہوم کو ہی لیا جائے گا، یہاں تک کہ کوئی ایسی دلیل (ہم تک) پُہنچے جو (اِس عام معنیٰ اور مفہوم میں سے کِسی کام کو خاص ثابت کرے """""[نیل الاَوطار/کِتا بالوصایا/باب وصول ثواب قُرب المھداۃ اِلیَ المَوتیٰ]

::::: اِمام العزؒ بن عبدالسلام **الحنفی** رحمہُ اللہ نے [الفتاوی] میں کہا """"" جِس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں کوئی کام کیا اور پھر اُس کا ثواب کِسی زندہ یا مُردہ کو دیا، تو وہ ثواب اُن کی طرف منتقل نہیں ہوتا، کیونکہ (اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمادِیا ہے کہ) ﴿وَ أَنۡ لَّيۡسَ لِلۡإِنسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ﴾،

لہٰذا اگر کوئی یہ کہے کہ کِسی میت کو ثواب کی نیت سے جو کام کیا جائے اُس کام کا ثواب میت کو پُہنچتا ہے، تو ایسا نہیں ہوتا (کیونکہ یہ محض قیاس ہے اور مذکورہ بالا آیت کے خِلاف ہے) ہاں صِرف اُس کام کا اَجر و ثواب میت کو مِلے گا جِسکو شریعت میں (اِس آیت کی عمومیت سے) مُستثنیٰ قرار دیا گیا ہے، جیسا کہ حج، نذر کا روزہ، اور صدقہ """،

::::: (3) ::::: اگر یہ قیاس صحیح ہوتا تو میت کو اِیصالِ ثواب کرنا (کم از کم) مُستحب تو ہوتا اور اگر ایسا ہوتا تو صحابہ رضی اللہ عنہم اَجمعین نے یہ قیاس کر کے اِس پر عمل ضرور کیا ہوتا کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین ثواب

حاصل کرنے کے معاملے میں یقیناً ہماری نسبت کہیں زیادہ حریص تھے ، لیکن اُنہوں نے کبھی ایسا کوئی کام نہ کیا اور نہ ہی کرنے کو کہا ،

اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہُ اللہ تعالیٰ نے بھی یہی لکھا ہے ، (شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہُ اللہ کا یہ قول صفحہ 17 پر نقل کیا گیا ہے) لہٰذا صحابہ رضوان اللہ علیہم کی طرف سے اِس کام کو کرنے کی کوئی خبر نہ مِلنا بھی اِس قیاس کے باطل ہونے کی دلیل ہے """"" [احکام الجنائز و بِدَعُھا ، اِمام محمد ناصر الدین الالبانی] ۔

(5) جاری رہنے والی نیکیاں اور صدقات جو مرنے والے چھوڑ گیا

مرنے والے نے اپنی زندگی میں اگر کوئی ایسا نیک کام کیا ہو یا کوئی صدقہ ایسا کیا ہو جو اُس کے مرنے کے بعد بھی جاری رہے تو اِن چیزوں کا اَجر و ثواب اُس کے مرنے کے بعد بھی اُسے ہوتا رہتا ہے ۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿ وَ نَكْتُبُ مَا قَدَّمُوا وَ آثَارَهُم ::: جو کُچھ (اپنے عمل) اُنہوں نے آگے بھیجے اور جو (اپنے عمل) وہ پیچھے چھوڑ آئے (وہ سب کُچھ) ہم لکھتے ہیں ﴾ سورت یٰس / آیت 12 ،

اِنسان اپنی زندگی میں جتنے کام کرتا ہے اُن میں کُچھ تو ایسے ہوتے ہیں جو اُس کی زندگی کے ساتھ ہی ختم ہو جاتے ہیں اُس کے مرنے کے بعد اُن کاموں میں کوئی اِضافہ نہیں ہو سکتا ، یہ وہ کام ہیں جو وہ آگے بھیج چُکا ہے جیسے نماز ، روزہ ، حج ، زکوۃ ، وغیرہ ، اور کُچھ کام ایسے ہوتے جِن کو اُس نے اپنی زندگی میں شُروع کیا ہوتا ہے اور اُس کے مرنے کے بعد بھی اُن کاموں پر عمل ہوتا رہتا ہے ،

یہ وہ کام ہیں جِنہیں آثار کہا جاتا ہے ، اَثر کا مطلب ہے نشانی ، یا نقشِ قدم ، اِسی لیے صحابہ رضی اللہ عنھُم کے اقوال و افعال کو حدیث کی اِصطلاح میں آثار کہا جاتا ہے ، اگر تو کِسی نے اپنے پیچھے کِسی نیک کام کی نشان دہی کی اور اُس کے مرنے کے بعد اُس کی نشان دہی پر لوگ وہ نیک کام کرتے رہے تو جب تک وہ نیک کام ہوتا رہے گا اُس مرنے والے کو بھی اُس نیک کام کے اَجر و ثواب میں کرنے والوں کے برابر حصہ مِلتا رہے گا ، اور اگر وہ اپنے نقشِ قدم کِسی گُناہ اور بُرائی کے راستے پر چھوڑ آیا ہے ، اور لوگ اُس کے نقشِ قدم کی پیروی کرتے ہوئے وہ گُناہ اور بُرائی کر رہے ہیں تو یہ مرنے والا اِس گُناہ اور بُرائی کے عذاب میں برابر کا حصہ پاتا رہے گا ، کیونکہ اُس کے یہ تمام آثار اچھے یا بُرے ، اللہ تعالیٰ کے پاس لکھے جاتے رہتے ہیں ، اور اِن پر جب تک اور جتنا عمل ہوتا رہے گا وہ سب بھی لِکھا جاتا رہتا ہے اور اُس کے مُطابق مرنے والے کے ثواب اور عذاب میں اِضافہ ہوتا رہتا ہے ۔

ابو ھُریرہ رضی اللہ عنہُ سے روایت ہے کہ رَسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم نے اِرشاد فرمایا ﴿ إذا مَاتَ

الإِنسَانُ انقَطَعَ عَنهُ عَمَلُهُ إلا مِن ثَلَاثَةٍ إلا مِن صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ أو عِلمٍ يُنتَفَعُ بِهِ أو وَلَدٍ صَالِحٍ يَدعُو لَهُ :::جب کوئی انسان مر جاتا ہے تو اُس کا ہر عمل کٹ جاتا ہے سِوائے تین (اعمال) کے (۱) جو صدقہ اُس نے کیا تھا اور وہ جاری ہو (یعنی مرنے والے کے بعد وہ صدقہ رُک نہ گیا ہو)، (۲) ایسا عِلم جو کہ (دینی طور پر) فائدہ مند ہو، (۳) صالح (یعنی) نیک اولاد جو دُعا اُسکے لیے کرے (یعنی اُس دُعا کا فائدہ مرنے والے کو پُہنچتا ہے)﴾ صحیح مُسلم/حدیث/4310کتاب الوصیہ / باب 4، سُنن النسائی/حدیث/3666کتاب الوصایا /باب8 ، سُنن ابی داؤد/حدیث 2882/کتاب الوصایا/ باب14، سُنن الترمذی/حدیث 1432/کتاب الاحکام/ باب 36،

ابو قتادہ رضی اللہ عنہُ کا کہنا ہے کہ ، رَسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نےاِرشاد فرمایا ﴿خَيرُ مَا يَخلُفُ الرَّجُلُ مَن بَعدِهِ ثلاثٌ ، وَلَدٌ صالحٌ يَدعُو لَهُ ، وَصدقَةٌ يَبلُغُهُ أجرُهَا وَ عِلمٌ يُعمَلُ بِهِ مِن بَعدِهِ:::اِنسان اپنے (مرنے کے بعد) جو کُچھ پیچھے چھوڑ جاتا ہے اُس میں خیر (نیکی) والی تین چیزیں ہیں،(۱) صالح (نیک) اولاد، (کیونکہ) وہ اُس (مرنے والے) کے لیے دُعا کرے گی، (۲) اور جاری صدقہ (کیونکہ) اُس کا اَجر اُس (مرنے والے) کو پُہنچتا رہے گا (۳) اور (دینی، نفع مند) عِلم (کیونکہ) اِس عِلم کے مُطابق اُس (مرنے والے) کے بعد عمل ہوتا رہے گا﴾ سُنن ابنِ ماجہ / حدیث 247 /القدمہ /باب 42، صحیح ابنِ حبان /حدیث 93/کتاب العِلم، دونوں روایات کو امام الالبانی رحمۃُ اللہ علیہ نے صحیح قرار دِیا،

ابو ھُریرہ رضی اللہ عنہُ سے روایت ہے کہ رَسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نےاِرشاد فرمایا ﴿ إِنَّ مِمَا يُلحِقُ المُومِن مِن عَمِلِهِ وَ حَسناتِهِ بَعد مَوتِهِ ، عِلماً عَلَّمَهُ وَ نَشَرَهُ ، وَ وَلداً صالحاً تَرَكَهُ ، وَ مُصحَفاً وَرَّثَهُ ، أو مَسجداً بَنَائَهُ ، أوبَيتاً لِإبنِ السَّبِيلِ بَنَائَهُ أو نَهراً أجرَاهُ ، أو صَدَقةً أخرَجها مِن مَالِهِ في صِحَّتِهِ وَ حَياتِهِ يُلحِقُهُ مِن بِعدِ مَوتِهِ :::بے شک کِسی ایمان والے کی موت کے بعد جو کام اور نیکیاں اُس تک پُہنچتی رہتی ہیں اُن میں سے (قُرآن کریم اور حدیث شریف کا) وہ عِلم ہے جو اُس نے (کِسی کو) سِکھایا اور اُس عِلم کو پھیلایا، نیک اولاد جو اُس نے چھوڑی، مُصحف (قُرآن) جِس کو وراثت میں چھوڑا، یا جو مسجد بنائی، یا کوئی نہر جاری کروائی، یا مُسافروں کے لیے کوئی آرام گاہ تعمیر کروائی، یا جو صدقہ اپنے مال میں سے اپنی زندگی میں اپنی صحت مندی کی حالت میں نکالا ہو، یہ (سب) اُسے مِلتا ہے﴾ (یعنی اِن سب کاموں کا اَجر و ثواب مرنے کے بعد اُسے مِلتا ہے)

سُنن ابن ماجہ/حدیث/238المقدمہ/ باب 42، صحیح ابن خزیمہ/حدیث3666/کتاب الزکاۃ/باب فضائل بناءالسوق لأبناءالسابلة وحفر الأنهار للشارب، شُعب الاِیمان/حدیث 3448/باب22/ فصل فی الاختیار فی صدقۃ التطوع،

الحمدُ للہ ؛ یہاں تک بیان کردہ آیات کریمہ ، احادیث شریفہ اور ائمہ رحمہم اللہ کے اقوال کی روشنی میں یہ مسئلہ روزِ روشن کی طرح عیاں ہو گیا کہ مرنے والے کو ثواب پُہنچنے ، یا ثواب پُہنچانے کے جائز ذرائع (طریقے) کون سے ہیں ﴿وَ مَا بَعدَ الحَقِ إِلَّا الضَّلال﴾:::اور حق (کی وضاحت) کے بعد سِوائے گُمراہی کے اور کیا (بچتا) ہے﴾،

گو کہ سابقہ بیان کے بعد اِس کی کوئی خاص ضرورت محسوس نہیں ہوتی ، پھر بھی میں آپ کے سامنے اِیصالِ ثواب کے نام پر بدعتیں مروج کرنے والوں کے دلائل کا جائزہ پیش کرتا ہوں ، کیونکہ میں اپنی اِستطاعت کے مُطابق میرے اور آپ کے اور مُشترکہ دُشمن ابلیس کے داخلے کے ہر اُس راستہ کی نشان دہی کرنا چاہتا ہوں جِس کا عِلم اللہ تعالیٰ نے مجھے دِیا ہے ، کم از کم اِس اِیصالِ ثواب کے نام پر ہمارے عقائد اور أعمال میں جو جو رخنہ اندازی اُس کی طرف سے کی گئی ہے وہ ہم پر آشکار ہو جائے تا کہ ہم سب جان لیں کہ وہ بد بخت اور عیار دُشمن کہاں کہاں سے اور کیسے کیسے ہم پر حملہ آور ہوتا ہے ؟ اور اگر اللہ کی رحمت اور اُس کی حفاظت شاملِ حال نہ ہو تو یہ مُوذی دُشمن ہم میں سے کِسی نہ کِسی کو اُچک ہی لیتا ہے اور جہنم کے دروازوں تک تو پُہنچا ہی دیتا ہے ، اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہر اُس عقیدے ، بات اور کام سے محفوظ رکھے جو ہمارے اِس دُشمن کی طرف سے ہمارے دِلوں ، ہماری زُبانوں اور ہمارے أعضا پر مُسلط کیئے جاتے ہیں ، اور ہمارے خاتمے ایمان پر فرمائے ۔

رائی کا پہاڑ

میت کو اِیصالِ ثواب کرنے کے لیے اور اُس کو فائدہ پُہنچانے کے نام پر گھڑی گئی بِدعات کو آسانی سے سمجھنے کے لیے میں آپ کے سامنے تین قِسموں میں بانٹ کر رکھتا ہوں ،

➊ اِن بِدعات میں سے اکثر تو ایسی ہیں کہ جِن کی کِتاب اللہ اور سنت رَسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم میں کوئی اصل ہی نہیں ،

جیسا کہ ، میت کو پھُولوں سے سجانا ، قبر پر پھُول یا عرقِ گُلاب وغیرہ چھِڑکنا ، قبر کے پاس کھڑے ہو کر اذان کہنا ، وغیرہ وغیرہ ، کِسی کی موت آنے سے لے کر اُس کے مرنے تک ، پھر اُس کے مرنے کے بعد ، اور اُس کے بعد پھر اپنے مرنے تک لوگ جِن جِن بِدعات کا شِکار ہوتے ہیں ، کِتاب کے آخر میں اُن تمام بِدعات کا کچھ اِجمالاً ذِکر کیا جائے گا ، اِن شاءاللہ تعالیٰ ۔

➋ ایسی بِدعات جو کہ غلط فہمی کی وجہ سے وجود میں آئیں ،

جیسا کہ """ میت کو فائدہ دینے والی چیزیں """ کے مُوضُوع میں یہ وضاحت کی جا چکی ہے کہ اِیصالِ ثواب کی

بدعات گھڑنے والوں نے کِس طرح صحیح احادیث مُبارکہ کا غلط اِستعمال کیا اور ناجائز قیاس آرائیاں کر کے اِن کاموں کو جائز بنانے کی کوشش کی ،
اِن صحیح احادیث شریفہ سے غلط قیاس کے نتیجہ میں کُچھ خُرافات صدقہ کے دروازے سے ہمارے معاشرے میں داخل کی گئیں جیسے کہ مرنے والے کے لیے کپڑے ، پیسے یا ایسا بہترین کھانا جو اُس کے وارث اپنی روزمرہ کے معمول میں تو کیا عموماً کافی لمبے عرصے میں بھی اپنی کمائی ، اپنے مال میں سے نہیں کھا سکتے ، اِس قِسم کا پُر تکلف بلکہ پر تعیش کھانا تقسیم کرنا ،
یہ سب چیزیں ، یا کُچھ لوگوں کے کہنے کے مُطابق صِرف اِن چیزوں کا ثواب ، مُردے تک پُہنچانے کا پُر مُشقت فریضہ عام طور پر """ حضرت ، مولانا ، مولوی ، قاری ، حافظ """ قِسم کے صاحبان ہی سرانجام دیتے ہیں ، یا اُن کے بیٹے بھائی اور شاگرد وغیرہ اُن کی نیابت میں یہ کام کرتے ہیں ،
پھر ہندوؤں کی دیکھا دیکھی جِس طرح اُنکے بھجن کے مُقابلے میں قوالی بنا لی گئی ، کُچھ اُسی طرح ، تیجہ ، دسواں ، چالیسواں ، اور برسی وغیرہ کی رسمیں اپنا لی گئیں ، ہاں ثواب پہنچانے والے """ حضرت ، مولانا ، مولوی ، قاری ، حافظ """ قِسم کے صاحبان کے """ عُلماء کِرام ، مُجددینِ مِلت ، مُفتیانِ عظام ، حُکماءِ اُمت اور اعلیٰ حضرات """ قِسم کے حضرتوں نے اُمت پر اِتنی کرم فرمائی ضُرور کی کہ اِن رسموں کو مُسلمان کر لیا اور اِن میں قُرآن پڑھنے اور ذِکر اذکار کرنے کو شامل کر لیا ، اگر یہ """ حضرات """ نہ ہوتے تو آج اُمتِ مُسلمہ وہاں نہ ہوتی جہاں ہے ، بلکہ وہاں ہوتی جہاں اُسے ہونا چاہیے تھا :::

نہیں ناکامی کہ متاعِ کارواں جاتا رہا
آہ ، کارواں کے دِل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

➤ ❸ ➤ وہ بِدعات جِن کی بُنیاد جُھوٹی یا کمزور یعنی نا قابلِ حُجت حدیثیں ہیں ،
مثلاً ، جِس پر نزع یعنی جاں کنی کی کیفیت طاری ہو اُس کے سرہانے سُورت یٰسین پڑھنا ، میت کے لیے دُعا یا تعزیت کرتے ہوئے سُورت الفاتحہ پڑھنا ، مخصوص گنتی میں میت کے گھر میں یا اُس کی قبر پر سُورت الاخلاص (یعنی قُل ھو اللہ اَحد والی سُورت) پڑھنا ، میت کے گھر میں اکٹھے ہو کر یا مسجدوں میں قُرآن خوانی کرنا یا کروانا ، وغیرہ ۔
➤ ➤ ➤ اِن کاموں اور اِن جیسے دوسرے کاموں کے ذریعے ، بزعم خویش اَجر و ثواب کے جو پہاڑوں کے پہاڑ میت کو پُہنچائے یا بخشے جاتے ہیں اور ساتھ ساتھ اپنے لیے بھی محفوظ کیے جاتے ہیں ، یہ سب پہاڑ مندرجہ ذیل جُھوٹی ، منکر ، باطل یا کمزور حدیثوں کی رائی پر کھڑے کئے گئے ہیں ،
❶ ☜☜☜ """ مَا الميتُ فی قبرِهِ إلا كالغريق المُستغيث ينتظر دعوةً تَلحقهُ مِن أبٍ أو أُمٍ أو أخٍ أو

صديقٍ ، فإذا لَحَقتهُ كانت أحب إليه مِن الدنيا و ما فيها ، و إن اللَّه عز و جل لَيُدَّخل علىٰ اهل القُبُورِ مِن دُعاء اهل الدُورِ أمثال الجِبالِ، و إن هديةَ الأحياء إلىٰ الأمواتِ الاستغفار"""،

ترجمہ :::""" ہر مُردہ اپنی قبر میں ایسے ہوتا ہے جیسے کہ کوئی (پانی ، ملبے مٹی یا کسی بھی چیز میں) غرق ہونے والا مدد کا طلب گار ہوتا ہے ، (یہ مُردہ) اِس اِنتظار میں ہوتا ہے کہ اُسکے باپ یا ماں یا بھائی یا دوست کی دُعا اُس تک پُہنچے ، اور جب یہ دُعا اُس تک پُہنچتی ہے تو اُسے یہ دُعا دُنیا اور جو کُچھ اُس میں ہے سب سے زیادہ محبوب ہوتی ہے ، اور بے شک اللہ عز و جل دنیا والوں کی اِس دُعا کے بدلے قبروں والوں پر پہاڑوں کے برابر (نیکیاں یا ثواب یا اِطمینان ؟) داخل کرتا ہے ، اور بے شک زندہ لوگوں کا مرنے والوں کے لیے اِستغفار کرنا ، مرنے والوں کے لیے تُحفہ ہے """،

""" اِیصالِ ثواب اور اُس کے احکام اور مسائل """ نامی کتاب میں صاحب کتاب نے اس روایت کو اِیصالِ ثواب کی دلیل کے طور پر پیش کیا ، قطع نظر اِس کے ، کہ اِس کتابچے میں نقل کیے ہوئے اِلفاظ روایت کے مطابق نہیں ہیں ، بلکہ المُستغیث کی جگہ المَبعُوث لکھا گیا ہے جِس سے بات کا معنیٰ اور مفہوم بنتا ہی نہیں ، خیر یہ کاتب کی غلطی بھی ہو سکتی ہے ، اور نہ بھی ہو تو بھی عموماً اِس قِسم کی حرکات کاتب کے ذمے ڈال دی جاتی ہے ،

بہر حال ، اصل بات جِس کی طرف میں آپ کی توجہ مبذول کروانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ ، اِس حدیث کو لکھنے کے بعد مذکورہ بالا کتاب لکھنے والے صاحب نے اِمام شمس الدین الذہبی رحمہُ اللہ کا یہ قول نقل کیا ہے """ ہشام بن عمار نے مُجھے ایک باطل حدیث سُنائی ہے جِس کے آخر میں آتا ہے [[فإذا لَحَقتهُ كانت أحب إليه مِن الدنيا و ما فيها ، و إن هديةَ الأحياء إلىٰ الأمواتِ الاستغفار ، یعنی ، اور جب یہ دُعا اُس تک پُہنچتی ہے تو اُسے یہ دُعا دُنیا اور جو کُچھ اُس میں ہے سب سے زیادہ محبوب ہوتی ہے ، اور بے شک زندہ لوگوں کا مرنے والوں کے لیے اِستغفار کرنا ، مرنے والوں کے لیے تُحفہ ہے]]،

اِس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مذکورہ بالا کتاب لکھنے والے صاحب کو اِس حدیث کے باطل ہونے کا عِلم تھا ، لیکن ،،،،،، پھر بھی اِسے دلیل کے طور پر پیش کیا ، اور مزید اِس باطل حدیث کا فائدہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ """ یہ صریح ہے اِس میں کہ احیا کے اعمال اموات کو نافع ہوتے ہیں خواہ دُعا ہو جیسا کہ اِس حدیث میں ہے """،

جی ہاں ، ہم بھی یہ مانتے ہیں کہ دُعا یقیناً میت کو فائدہ دیتی ہے اِس کا ذِکر پیچھے کیا جا چُکا ہے مگر سچ کو ثابت کرنے کے لیے منکر اور باطل دلیل پیش کرنا کیا معنیٰ رکھتا ہے ؟؟؟ پتہ نہیں جھوٹی مَن گھڑت ، غیر ثابت شدہ حدیثوں کے معجون اور کُشتے کِھلا کر ایسے حکماء اُمت ، اُمت کو کیا بنانا چاہتے تھے ، اور کیا بنانا چاہتے ہیں ؟؟؟ ! ! ! محترم قارئین خود ہی فیصلہ کر لیں۔

اِمام الالبانی رحمۃُاللہ علیہ ورفع درجاتہُ کا فرمانا ہے """""" یہ حدیث بالکُل منکر ہے کیونکہ اِس کی سند میں محمد بن جابر بن أبي

عیاش المصیصی نامی راوی ایسا ہے جِس کے بارے میں إِمام الذہبی رحمہُ اللہ نے فرمایا""" میں اِس راوی (کی درستگی) کو نہیں جانتا، اور اِس کی (روایت کردہ) خبر بہت منکر ہوتی ہے"""،

یہ کہنے کے بعد إِمام الذہبی رحمہُ اللہ نے اپنی بات کے ثبوت میں (اِس روای کی روایت کردہ منکر حدیث کی مثال کے طور پر) یہی مذکورہ بالا روایت پیش کی """"""،

مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمایئے سلسلة الاحادیث الضعیفة و المُوضُوعة/حدیث 799۔

❷ ☜☜☜ """ ابو ھُریرہ رضی اللہ عنہُ کا ایک اثر جو کہ سُنن اَبی داؤد میں ہے ، اِس میں کہا گیا ہے کہ """ ابو ھُریرہ رضی اللہ عنہُ نے حج کے لیے جانے والے ایک گروہ کے آدمیوں سے کہا ،،، تُم میں سے کون مُجھے اِس بات کی ضمانت دیتا ہے کہ وہ میرے لیے مسجد العشار میں دو یا چار رکعت نماز پڑھے اور یہ کہے کہ یہ (نماز) ابو ھُریرہ کے لیے ہے ، میں نے اپنے دوست ابا القاسم (مُحمد رَسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم) سے سُنا ہے کہ ((((بے شک اللہ تعالیٰ قیامت والے دِن مسجد العشار سے (ایسے بُلند درجہ کے) شہیدوں کو اُٹھائے گا جو کہ (میدانِ حشر میں) بدر کے شہیدوں کے ساتھ کھڑے ہوں گے اور اِن کے عِلاوہ کوئی دوسرا بدر کے شہیدوں کے ساتھ کھڑا نہیں ہو گا))))

سُنن ابو داؤد/حدیث 4310/کتاب الملاحم / باب 10 کی تیسری حدیث ،

مذکورہ بالا کتاب """اِیصالِ ثواب اور اُسکے احکام اور مسائل""" میں اِس حدیث کے متن اور ترجمہ میں بھی ایک فرق ہے ، وہ یہ کہ مسجد کا نام العشار کی بجائے العشاء لکھا ہوا ہے ، اللہ جانے حضرت سے """ سہو واقع ہوا ہے """ یا پھر کاتِب نے غلطی کی ہے ،

بہر حال یہ حدیث بھی ضعیف یعنی کمزور، نا قابل حُجت ہے ، تفصیل کے لیےملاحظہ فرمایے ،سلسلة الاحادیث الضعیفة و المُوضُوعة/ حدیث 3117،

❸ ☜☜☜ """ مَن مَرَّ بالمقابِرِ فقَراء ، قُل هو اللّٰه أحد ،إحدى عشرةَ مرةً ثُم وهَبَ أجرَهُ للأمواتِ أُعطي مِن الأجرِ بِعددِ الأموات"""

ترجمہ :::""" جِس نے قبرستان سے گُزرتے ہوئے گیارہ مرتبہ ، قُل ھو اللہ اُحد ، (یعنی سُورت اخلاص) پڑھی اور اُس کا ثواب (اُس قبرستان کے) مُردوں کو بخشا تو اِس (ثواب بخشنے والے) کو (قبرستان میں دفن کیے گئے) مُردوں کے عدد (گنتی) کے مُطابق ثواب دیا جاتا ہے۔

یہ روایت بھی جھوٹی خود ساختہ ہے ، تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمایے،سلسلة الاحادیث الضعیفة و

المُوضُوعة/حدیث 1290،

❹ ☜☜☜ """ مَن دَخَلَ المَقابِرَ فَقَراءَ سُورةَ يسين خَفَّفَ اللّٰهُ عنهُم ذَلِكَ اليوم وَ كَانَ له بِعَدد مَن فِيهَا حَسَنَاتٍ"""،

ترجمہ:::((((جو کوئی قبرستان میں داخل ہوا اور (وہاں)اُس نے سُورت یٰسین پڑھی تو (اُس کے سُورت یٰسین پڑھنے کی وجہ سے)اللہ تعالیٰ اُس دِن (اُس قبرستان کے)مُردوں کے عذاب کمی کر دیتا ہے ، اور اِس (سُورت یٰسین پڑھنے)والے کے لیے (قبرستان کے)مُردوں کے عدد کے مُطابق نیکیاں ہیں))))

إمام الالبانی رحمہُ اللہ رفع درجاتہُ نے کہا """ **یہ حدیث جُھوٹی ہے** ، اِس کی سند میں ایک **راوی ابو عُبیدہ** ہے ، جِس کے بارے میں إمام ابن معین رحمہُ اللہ نے کہا "**مجھول ہے** "،

اور **دوسرے راوی ایوب بن مدرک** کے بارے میں إمام ابن معین رحمہُ اللہ نے کہا "**جُھوٹا ہے** "،

اور إمام ابنِ حبان رحمہُ اللہ نے کہا ،،**اِس (ایوب بن مدرک) نے مکحول سے جُھوٹی من گھڑت حدیثیں روایت کی ہیں اور (اس طرح جھوٹی روایات بیان کرنے کو) کوئی عیب نہیں جانا**،

اور ایک **تیسرے راوی احمد الریاحی** کو إمام البیہقی اور إمام ابنِ حجر نے " **مجھول** " قرار دیا۔

ملاحظہ فرمایے،سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ و المُوضُوعۃ/حدیث 1246،

اِن مذکورہ بالا کمزور ، باطل ، جُھوٹی اور خود بنائی ہوئی احادیث ، اور ان ہی جیسی دیگر روایات کی بُنیاد پر ، فاتحہ خوانی ، قُرآن خوانی اور قُل وغیرہ کی بِدعات گھڑی گئیں ، اِن روایات کی اسناد کی مندرجہ بالا تحقیق اور ائمہ محدثین کے اِن احادیث پر حکم کے بعد مزید بات کی ضرورت نہیں رہ جاتی ، ورنہ اِن روایات میں سند کے عِلاوہ ، متن میں بھی ایسا کچھ موجود ہے جو اِن کے غلط ہونے کی دلیل ہے، لیکن خارجی نقد کے بعد داخلی نقد کی ضرورت نہیں رہتی ، اور یُوں بھی نقلی دلائل عقلی دلائل سے کہیں زیادہ بہتر اور اطمینان بخش ہوتے ہیں ،

اللہ تعالیٰ کے لُطف و کرم سے اُمید کرتا ہوں کہ اِیصالِ ثواب کے بارے میں بیان کی گئی یہ چند باتیں کفایت کریں گی ، اور بہت سے قارئین پر یہ واضح ہو جائے گا کہ کسی مرنے والے اور اُسکے پیچھے زندہ رہ جانے والوں کے لیے اِس معاملے میں کیا فائدہ مند ہے اور کیا نہیں ؟؟؟ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حق بات ماننے اور اُس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے ، اور ضد ، ہٹ دھرمی ، تعصب ، اور شخصیت پرستی سے نجات دے ۔

موت سے متعلقہ امور کی بِدَعات اور غلط عقائد

بِدَعات کی یہ فہرست إِمام الالبانی رحمہ اللہ تعالیٰ ورفع درجاتہُ کی کِتاب """ احکام الجنائز و بِدَعُھا """ سے نقل کی گئی ہے ، اور اُن کے کہنے کے مُطابق اُنہوں نے یہ فہرست بہت سی مختلف کِتابوں کے مُطالعہ کے دوران تیار کی ، اور اُنہیں جس بِدَعت کا ذِکر جس کِتاب میں ملا ، بِدعت کے ذِکر کے ساتھ ہی اُس کِتاب کا حوالہ بھی دے دیا ہے ، اِن میں سے کُچھ بِدَعات ایسی بھی ہیں جو کہ ابھی تک ہمارے مُقامی معاشرے میں داخل نہیں کی گئیں ، الحمدُ للہ ، یا میرے عِلم میں نہیں ہے کہ یہ بِدَعات بھی ہمارے ہاں پائی جاتی ہیں ، بہر حال میں ، صِرف اُن بِدَعات کا اِضافہ کر کے جو کہ ہمارے مُقامی مُعاشرے میں پائی جاتی ہیں ،اِمام الالبانی رحمہُ اللہ ورفع درجاتہُ کی فہرست کو تقریباً ویسے کا ویسے ہی نقل کر رہا ہوں، جیسے کہ وہ اُن رحمہُ اللہ کی کتاب میں ہے۔

::::: (1) نزع (جان نکلنے) کے وقت کی بِدَعات اور غلط عقائد :::::

::::: (1) ::::: یہ اعتقاد رکھنا کہ شیاطین مُستحضر (وہ شخص جِس پر جاں کنی کا وقت ہوتا ہے) کے ماں باپ کی شکل میں اِس کے سامنے آتے ہیں اور اِسے یہودی یا عِیسائی ہونے کا کہتے ہیں إِمام ابن حجر الھیثمی رحمہُ اللہ نے [الفتاویٰ الحدیثیہ] میں إِمام السیوطی سے نقل کیا کہ ایسی کوئی خبر (قُرآن کریم یا سنت مُبارکہ میں) نہیں ملتی۔

::::: (2) ::::: مُستحضر کے سر کے پاس یا اُس کے آس پاس کہیں بھی قُرآن رکھنا۔

::::: (3) ::::: مُستحضر کے پاس کلمہ طیبہ (لا اِلٰہَ اِلّا اللّٰہُ مُحمدُ رَسوُلُ اللّٰہ) کا وِرد کرنا ، ہونا یہ چاہیے کہ نزع میں مبتلا (مُستحضر) کو پُکار کر اُس کے ہوش و حواس کو قائم کر کے یا قائم کرواتے ہوئے اُس سے کلِمہ طیبہ پڑھوایا جائے ،پڑھوائے جانے کی کوشش کی جائے۔

::::: (4) ::::: مُستحضر کے پاس سُورت یٰسین پڑھنا۔

::::: (5) ::::: مُستحضر کے پاس قُرآن خوانی کرنا۔

::::: (6) ::::: مُستحضر کے چہرے کو قبلہ کی طرف پھیرنا۔

::::: (7) ::::: مُستحضر کے اِرد گِرد اگربتیاں جلانا یا کِسی اور طریقے سے خوشبو کرنا۔

::::: (2) موت سے لے کر غُسل کے وقت کی بِدعات اور غلط عقائد :::::

::::: (1) :::::شیعہ کا یہ کہنا کہ """آدمی موت کی وجہ سے پلید ہو جاتا ہے سِوائے معصوم اور شہید کے ، لہٰذا جِس کو قتل کیا جانا ہو اُسے چاہیے کہ وہ قتل ہونے سے پہلے غسل کر لے ، کیونکہ موت کی وجہ سے وہ پلید ہو جائے گا """۔ حوالہ شیعہ کی کِتاب [مِفتاح الکَرامہ] ۔

::: ایک خاص وضاحت :::مندرجہ بالا قول میں معصوم سے مُراد شیعہ کے عقیدوں کے مطابق اُن کے اِمام صاحبان ہیں ، جب کہ یہ عقیدہ بالکُل باطل ہے کیونکہ گناہوں سے عِصمت صِرف اَنبیا اور رسولوں علیہم السلام کے لیے ہوتی ہے کسی دوسرے کے لیے نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کے نبی اور رسول مبعوث ہونے کے بعد کوئیاور نبی نہیں ، کوئیاور رَسُول نہیں لہٰذا کوئی معصوم بھی نہیں اور جو کوئی بھی محمد صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کے بعد کِسی اور کی معصومیت کا عقیدہ رکھتا ہے وہ گویا کہ ختمِ نبوت کا اِنکار کرتا ہے ۔

::::: (2) :::::حیض اور نفاس والی عورت اور جنبی (جِس پر غُسل واجب ہوا ہو) مرد یا عورت کو میت کے پاس سے ہٹا دینا، اور ایسی حالت میں میت کے پاس آنے سے روک دینا۔

::::: (3) :::::جو لوگ مرنے والے کی روح نکلنے کے وقت وہاں موجود ہوتے ہیں اُن کا سات دِن تک کام کاج چھوڑ دینا۔ حوالہ [المدخل، لِابنِ حاج]

::::: (4) :::::کُچھ لوگوں کا یہ اعتقاد رکھنا کہ مرنے والے کی روح موت واقع ہونے والی جگہ کے اِرد گِرد (کُچھ دِنوں تک) گھومتی پھرتی رہتی ہے۔

::::: (5) :::::اگر کِسی کی موت رات کے وقت ہوئی تو اُس رات کی صُبح ہونے تک موت والی جگہ میں روشنی کیے رکھنا۔ حوالہ [المدخل، لِابنِ حاج]

::::: (6) :::::جِس کمرے (یا جِس جگہ) موت واقع ہوئی وہاں سبز ٹہنی رکھنا۔

::::: (7) :::::میت کا غُسل شروع ہونے تک میت کے پاس قُرآن پڑھنا۔

::::: (8) :::::میت کے ناخُن کاٹنا اور اُس کی ناف کے نیچے کے بال مُونڈھنا۔

::::: (9) :::::میت کے ناک ، حلق ، اور پاخانہ (اور پیشاب) نکلنے کی جگہ میں (اور کان میں) بِلا ضرورت روئی رکھنا۔ بحوالہ [المدخل، لِابنِ حاج] اور [المدوّنہ لِلاِمام مالک]

::::: (10) :::::میت کی آنکھوں میں مٹی ڈالنا اور یہ کہنا """ آدم کی اولاد کی آنکھ مٹی کے عِلاوہ اور کِسی چیز سے نہیں بھرتی """۔

گو کہ یہ خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلہ آلہ وسلم کی صحیح حدیث شریف میں موجود ہے کہ ﴿لَوْأَنَّ لِابْنِ آدَمَ مِثْلَ وَادٍمَالاً لأَحَبَّ أَنَّ لَهُ إِلَيْهِ مِثْلَهُ، وَلاَيَمْلأُعَيْنَ ابْنِ آدَمَ إِلاَّالتُّرَابُ، وَيَتُوبُ اللَّهُ عَلَى مَنْ تَابَ::: اگر آدم کی اولاد کے لیے ایک وادی کے برابر مال ہو تو وہ چاہتا ہے کہ اُس کے پاس ویسا ہی اور بھی ہو، اور آدم کی آنکھ مٹی کے علاوہ اور کسی چیز سے نہیں بھرتی، اور اللہ اُسی کی توبہ قبول کرتا ہے جو توبہ کرتا ہے﴾ (صحیح البخاری/حدیث 6437/کتاب الرقاق/باب 10) لیکن اِس حدیث شریف کو اس طرح کسی مُردے کی آنکھوں میں مٹی ڈالنے کا سبب بنانا سوائے گمراہی کے اور کچھ نہیں، پھر کہنا پڑتا ہے کہ اگر اِس حدیث شریف میں مُردے کی آنکھوں میں مٹی ڈالنے، یا کسی مُردے کے پاس رہتے ہوئے اِس حدیث کا خصوصی طور پر ذِکر کرنے کا کہیں کوئی ادنٰی سا اِشارہ بھی ہوتا تو بلا شک و شبہ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین ایسا ضرور کرتے،

اور جب انہوں نے ایسا نہیں کیا تو پھر اِس میں کوئی رتی برابر بھی شک نہیں رہتا کہ جس کسی نے بھی یہ کام کرنا شروع کیا اُس نے ایک گمراہی کا آغاز کیا، وہی گمراہی جِسے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے بِدعت فرمایا ہے، جس کا ٹھکانہ جہنم بتایا ہے، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ،

::::: (11) :::::میت کے گھر والوں کا میت کے دفن تک کھانا پینا ترک کر دینا۔

::::: (12) :::::صُبح اور شام کے اوقات میں با قاعدگی کے ساتھ میت کے لیے رونا۔

10، 11، 12، بحوالہ [المدخل، لابن حاج]

::::: (13) :::::مرنے والے کے بیٹے یا بھائیوں کا (اِظہارِ غم کرتے ہوئے)اپنی قمیضوں کو پھاڑنا ۔(یہ بھی شیعہ مذھب کی خصوصیات میں سے ہے)۔بحوالہ [مِفتاح الکَرامہ] شیعہ کی کِتابوں میں سے ایک معتبر کِتاب ۔

::::: (14) :::::میت کی (قریبی رشتہ دار) عورتوں کا پُورے ایک سال تک (یا ایامِ عِدت کے عِلاوہ کُچھ اور دِن مُقرر کر کے)سوگ منانا، اور وہ اِس طرح کہ اِس ایک سال میں نہ وہ کوئی بناؤ سنگھار کرتی ہیں اور نہ ہی کوئی اچھا لِباس اِستعال کرتی ہیں ، اور جب یہ سال گُزر جاتا ہے تو پھر """ غم کُھلنے """ کے نام پر حلال حرام کی تمیز کیے بغیر وہ عورتیں ہر قِسم کا بناؤ سنگھار کرتی ہیں اور جیسا لِباس چاہیں پہنتی ہیں ۔ بحوالہ [المدخل، لابن حاج]

::::: (15) :::::اِظہار غم کے لیے کُچھ دِنوں تک داڑھی نہ مونڈھوانا۔

::: ملاحظہ ::: مُسلمان کے لیے تو غم یا خوشی کسی بھی حال میں داڑھی مُنڈوانا جائز نہیں ، ایک لحاظ سے تو غم منانے کا یہ انداز اِن منانے والے لوگوں کے لیے اچھا ہے کہ اِس طرح کُچھ دِن کے لیے ہی سہی ، اُن لوگوں کی شکل اُسشکل سے ملتی جلتی ہو جاتی ہے جیسی کہ مُسلمان کی ہونی چاہیے ۔

::::: (16) ::::: میت کے گھر میں موجود دریوں ، غالیچوں ، قالینوں وغیرہ کو اُلٹ دینا ، اور آئینوں اور فانوسوں وغیرہ کو ڈھانپ دینا ۔

::::: (17) ::::: میت کے گھر میں جو پانی موجود ہو اُس کو اِستعمال نہ کرنا ، یہ سمجھتے ہوئے کہ جب مرنے والے یا والی کی روح نکلتی ہے تو گھر میں مُوجُود پانی میں غوطہ لگاتی ہے ۔

::::: (18) ::::: کھانے پینے کی چند مخصوص چیزیں کُچھ دِنوں تک چھوڑ دینا ۔

16، 17، 18، بحوالہ [المدخل، لِابن حاج]

::::: (19) ::::: اہلِ تصوف (صوفیوں) کا یہ کہنا """ جو مرنے والے پر روتا ہے وہ عارفین کے راستے سے ہٹ جاتا ہے """ بحوالہ [تلبیس ابلیس لِلاِمام اِبنِ جوزی رحمہُ اللہ]

::::: (20) ::::: یہ خیال کرنا کہ """ میت کے کپڑے نہ دھونے کی وجہ سے اُسے عذاب قبر نہیں ہو گا """، اور اِس خیال کی بِنا پر تین دِن تک (یا کسی اور مخصوص وقت تک کے لیے) مرنے والے کے چھوڑے ہوئے کپڑے نہ دھونا ۔ بحوالہ [المدخل، لِابن حاج]

::::: (21) ::::: کُچھ لوگوں کا یہ کہنا کہ """ جو جُمعہ کے دِن یا جُمعہ کی رات میں مرتا ہے اُسے صِرف ایک گھنٹے کے لیے قبر کا عذاب ہوتا ہے ، اُس کے بعد عذاب ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو جاتا ہے """،
اِمام علی القاری الحنفی رحمہُ اللہ نے اِس عقیدے کا ذِکر اپنی کِتاب [شرح الفقہ الاکبر] کے صفحہ 96 پر کیا ہے اور اِس بات کو غلط قرار دیا ہے ،

صحیح مسئلہ یہ ہے کہ رَسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نےاِرشاد فرمایا ہے ﴿مَامِنْ مُسْلِمٍ يَمُوتُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ أَوْ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ إِلَّا وَقَاهُ اللَّهُ فِتْنَةَ الْقَبْرِ ::: جو مُسلمان جُمعہ کے دِن یا رات میں مرا اللہ تعالیٰ اُسے قبر کے عذاب سے بچا لیتا ہے﴾ اِمام الالبانی رحمہُ اللہ کا کہنا ہے کہ یہ حدیث اپنی تمام اسناد کے مجموعہ کی بُنیاد پر حسن یا صحیح ہے اِس حدیث شریف کے مطابق جمعے کے دِن یا جمعہ کی رات میں مرنے والے مسلمان کو اللہ تعالیٰ عذاب قبر سے نجات دے دیتا ہے ، اور بدعتیں بنانے والوں نے اِس میں سے ایک گھنٹے کا عذاب لازمی قرار دے دیا ہے ، اِنّا للہِ و اِنّا اِلیہ

راجعون۔

::::: (22) ::::: کُچھ لوگوں کا یہ کہنا کہ """گُناہ گار مومن کا عذابِ قبر جُمعہ کے دِن یا رات میں رُک جاتا ہے اور پھر قیامت تک اُسے یہ عذاب نہیں ہوتا""" اور کُچھ لوگوں کا یہ کہنا کہ """کہ جُمعہ کے روز اور رمضان میں کافِروں کا عذابِ قبر بھی نبی صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کی حُرمت کی وجہ سے روک دیا جاتا ہے"""،

اِن دو اقوال کو بھی اَمام علی القاری الحنفی رحمہُ اللہ نے اپنی کِتاب [شرح الفقہ الاکبر] میں ذِکر کیا اور اِنہیں باطل قرار دیا۔

::::: (23) ::::: کِسی کے مرنے کا مناروں پر اِعلان کرنا (یعنی کِسی بھی ذریعے سے زیادہ سے زیادہ لوگوں تک کِسی کے مرنے کی اِطلاع پُہنچانا)۔ بحوالہ [المدخل، لاِبنِ الحاج]

::::: (24) ::::: کِسی کے مرنے کی خبر سُن کر اُس کی رُوح کے (اِیصالِ ثواب کے) لیے فاتحہ پڑھنا اور حاضرین کو بھی پڑھنے کے لیے کہنا۔

::::: (3) مُردے کے غُسل سے متعلق بِدعات اور غلط عقائد :::::

::::: (1) ::::: غسل دینے کی جگہ پر تین دِن تک روٹی اور پانی کا پیالہ وغیرہ رکھنا۔

::::: (2) ::::: غسل دینے کی جگہ پر چراغ یا قندیل جلانا، جیسا کہ کُچھ لوگ غُسلِ میت کے مقام پر شام سے لے کر صبح تک تین راتیں (یا سات راتیں، یا دس راتیں وغیرہ تک) چراغ یا قندیل جلاتے ہیں، اور کُچھ لوگ غسل کی جگہ کے ساتھ ساتھ موت واقع ہونے کی جگہ پر چراغ یا قندیل جلاتے ہیں۔

::::: (3) ::::: غسل دینے والے کا غسل دیتے ہوئے کوئی ذِکر کرنا۔

1، 2، 3، بحوالہ [المدخل، لاِبنِ الحاج]

::::: (4) ::::: غسل دیتے ہوئے (غسل دینے والے اور دُوسروں کا) باآوازِ بُلند (اکٹھے یا الگ الگ) ذِکر کرنا۔ بحوالہ [شرح الطریقہ المُحمدیہ]

::::: (5) ::::: زنانہ میت کے بال (اُس کی پُشت پر ڈالنے کی بجائے) اُس کے سینے درمیان رکھنا ۔ بحوالہ [احکام الجنائز و بِدَعُھا/مسئلہ/29ص 64، 65]

::::: (4) تکفین سے متعلق بِدعات اور غلط عقائد :::::

::::: (1) :::::یہ عقیدہ رکھنا یا کہنا کہ """ مُردے اپنی قبروں میں اپنے اپنے کفن (کی خُوبصورتی) پر فخر کرتے ہیں اور جِس (مُردے) کا کفن اچھا نہ ہو دُوسرے مُردے اُسے شرمندہ کرتے ہیں """۔[المدخل ،اِبنِ حاج]۔ (تفصیلات کے لیے إِمام اِبنِ جوزی رحمہُ اللہ کی الموضوعات / کتاب الموت / موضوع ، القبور ،اور إِمام السیوطی رحمہُ اللہ کی اللآلی المصنوعہ / موضوع مناقب البلدان و الأیام ، اور إِمام الالبانی رحمہُ اللہ کی سلسلہ الاحادیث الضعیفہ و الموضوعہ ملاحظہ فرمایئے)

::::: (2) :::::کفن پر دُعائیں یا قُرآنی آیات لکھنا۔

::::: (3) :::::کفن پر کلمہ ءِ طیبہ (لا اِلہ اِلّا اللَّہ و محمد رسول اللَّہ) یا کلمہ ءِ شہادت (أشھدُ أن لا اِلہَ اِلّا اللَّہ و أشھدُ أن محمدً عبدہُ و رسولہُ) یا دونوں لکھنا۔

::::: (4) :::::کفن پر خوشبو لگانا۔

::::: (5) :::::کفن کو آبِ زمزم میں ڈبونا۔

::::: (6) :::::کفن کو پھولوں سے سجانا۔

::::: (7) :::::کفن پر میت کا نام ، اور اہلِ بیت کا نام لکھنا ، اور یہ کوشش کرنا کہ یہ لکھائی حُسین رضی اللہ عنہُ کی قبر کی مٹی سے کی جائے ۔[مفتاح الاکرامہ] (یہ بِدعت شیعہ کی ہے ، اُمید کرتا ہوں کہ اہلِ سُنّت و الجماعت میں نہیں ہو گی)

::::: (5) جنازہ لے کر چلتے وقت کی بِدعات اور غلط عقائد :::::

::::: (1) :::::میت کو کِسی نیک بُزرگ یا نبی یا اھلِ بیت کی قبر کے پاس دفن کرنے کے لیے دور دراز علاقوں میں لے جانا۔

::::: (2) :::::جنازے کے سامنے جھنڈے لے کر چلنا۔

::::: (3) :::::تابوت (یا کِسی لکڑی) پر میت کی ٹوپی یا پھول یا دونوں رکھنا (یا لٹکانا)۔ بحوالہ [الحاشیہ ۔

ابن عابدین]

::::: (4) :::::مرنے والے کی تصویر یا پھول یا دونوں چیزوں کو جنازے پر رکھنا یا جنازے کے آگے آگے لے کر چلنا۔

::::: ملاحظہ ::::: نمبر 2 ، 3 اور 4 کا عملی مظاہرہ ہمارے فوجیوں اور پولیس والوں کے سرکاری جنازوں میں عام نظر آتا ہے ، کتنے افسوس کی بات ہے کہ مُسلمانوں کے جنازے کافروں کے طریقوں پر لے جائے جاتے ہیں اور سمجھا جاتا ہے کہ یہ مرنے والے کی عزت افزائی ہے جبکہ یہ دُنیا اور آخرت کی رسوائی ہے کیونکہ رسُول ُاللہ صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ﴿مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ:::جِس نے جِس قوم کی مُشابہت (نقالی) کی وہ اُسی (قوم) میں ہو گیا﴾ سُنن اَبو داؤد / حدیث 4033/کتاب / باب 5،اِمام الالبانی رحمہُ اللہ و رفع درجاتہُ نے " صحیح " قرار دِیا ہے۔

::::: (5) :::::مرنے والے کی شخصیت سے تعلق رکھنے والی خاص ذاتی چیزوں کو جنازے کے ساتھ لیکر چلنا ، جیسا کہ مرنے والے کی لاٹھی ، جوتی یا ہتھیار وغیرہ۔

::::: (6) :::::مرنے والے کی شخصیت سے تعلق رکھنے والی خاص ذاتی چیزوں کو اُس کے ساتھ دفن کرنا۔

::::: (7) :::::جنازے کے گھر سے نکلنے کے وقت گھر کی چوکھٹ پر بکری کے بچے (یا کوئی اور حلال جانور) ذبح کرنا۔بحوالہ [الإبداع فی مضار الإبتداع ، شیخ علی محفوظ]

::::: (8) :::::یہ عقیدہ رکھنا کہ اگر یہ قربانی نہ کی گئی تو مرنے والے کے گھر میں کُچھ اور لوگ بھی مر جائیں گے۔

::::: (9) :::::جنازے کے ساتھ روٹی (سالن ، یا) بکرے لے کر جانا اور دفن کے بعد ذبح کر کے ، اُنکا گوشت (یا سالن)روٹی کے ساتھ تقسیم کرنا۔بحوالہ [المدخل ۔ لابن الحاج]

::::: (10) :::::یہ عقیدہ رکھنا کہ اگر مرنے والا نیک ہو تو اُس کا جنازہ ہلکا ہوتا ہے (یہ بات ہمارے معاشرے میں عام سنی جاتی ہے ، مرنے والے کی زندگی خواہ کیسی بھی گُزری ہوئی اُس کے جنازے کے وزن کے مُطابق اُس کے جنتی یا جہنمی ہونے کا فتویٰ دے دیا جاتا ہے ،إنا للہ وإنا علیہ راجعون)

::::: (11) :::::جنازے اُٹھانے کے ساتھ میت کے اِیصالِ ثواب کے لیے صدقہ کرنا۔

بحوالہ [الاختیارات العلمیہ ، إمام ابنِ تیمیہ ،اور، کشاف القناع] جیسا کہ حاضرینِ کو خاص طور پر تیار کر کے کوئی مشروب پلانا۔

::::: (12) ::::: جنازہ اُٹھانے کی ابتداء سیدھے ہاتھ سے کرنا۔ بحوالہ [المدونہ]

::::: (13) ::::: جنازے کی چارپائی کو ہر کونے سے دس دس قدم (یا ایک مخصوص فاصلے) تک کندھا دینا۔ یعنی اِس بات کا خیال کرنا کہ اگر جنازے کو کندھا دیا جائے تو چالیس قدم پُورے کیے جائیں ، اور اِس بات کا خیال کرنا کہ اگر جنازے کو کندھا دیا جائے تو چاروں کونوں سے دیا جائے ، اور کندھا دیتے ہوئے ہر دفعہ ایک جِتنا فاصلہ طے کیا جائے ، اِس بِدعت اور غلط عقیدے کی بُنیاد ایک مُنکر حدیث ہے جِس کے الفاظ یہ ہیں """مَن حَمَلَ جوانب السّرير الأربع ، كفّر اللَّهُ عنهُ أربعين كبيرةً::: جِس نے جنازے کی چارپائی کو چاروں طرف سے اُٹھایا ، اللہ اُس کے چالیس کبیرہ گُناہ معاف کر دیتا ہے """، تفصیلات کے لیے مُلاحظہ فرمایئے سلسلہ الاحادیث الضعیفہ والموضوعہ ، حدیث 1891۔

::::: (14) ::::: جنازہ اُٹھا کر آہستہ آہستہ چلنا۔ بحوالہ [الباعث لِامام أبي شامہ ،اور، زاد المعاد لِامام إبنِ القیم ،اور، الامر بالاِتباع لِامام السیوطی رحمہم اللہ جمعیاً]

::::: (15) ::::: لاش پر ہجوم کرنا۔ بحوالہ [المُحَلّی لِامام إبنِ حزم، رحمہُ اللہ]

::::: (16) ::::: جنازے کے ساتھ خاموشی سے نہ چلنا ، یعنی باتیں کرتے ہوئے یا ذِکر أذکار کرتے ہوئے چلنا۔ بحوالہ [الباعث ، حاشیہ اِبنِ عابدین]

::::: (17) ::::: جنازے کے ساتھ اونچی یا آہستہ آواز میں ذِکر کرتے ہوئے چلنا ، یا ایسی چیزیں پڑھتے ہوئے چلنا جِنہیں پڑھنا فائدہ مند سمجھ لیا گیا ہے ، جیسا کہ قیصدہ بُردہ ، یا دلائل الخیرات وغیرہ۔ بحوالہ [اقتضا الصراط المستقیم ، إمام اِبنِ تیمیہ ،اور، الاعتصام ، إمام الشاطبیّ ،اور، شرح الطریقہ المحمدیہ ،اور، الامر بالاِتباع ،اور، الباعث]

::::: ملاحظہ ::::: برصغیر کے عِلاقے میں یہ رواج عام ہے کہ جنازے کو کندھا دیتے وقت کندھا دینے والا یا کوئی دوسرا شخص باآوازِ بلند کہتا ہے کلمہ ءِ شہادت تو دوسرے تمام لوگ کلمہ ءِ شہادت پڑھتے ہیں ، یا درود پڑھا جاتا ہے ، جب کہ اِن تمام کاموں کی کوئی دلیل نہ تو اللہ کی کتاب کریم میں ملتی ہے اور نہ ہی صحیح ثابت شدہ سُنّت مُبارکہ میں ، اور نہ ہی صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم یا تابعین رحمہم اللہ ، اور نہ ہی ائمہ کرام رحمہم اللہ سے ملتی ہے۔

::::: (18) ::::: جنازے کے ساتھ یہ کہتے ہوئے چلنا """اللَّه اكبرُاللَّه اكبرُ ، اشهد أن اللَّه يُحي

يُميت و هو حيٌّ لا يموت ، سُبحانَ مَن تعزّز بالقُدرةِ و البقاءِ ، و قهر العبادَ بالموتِ و الفناءِ::: اللہ سب سے بڑا ہے ، اللہ سب سے بڑا ہے ، میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک اللہ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے اور وہ (خود) ہمیشہ زندہ رہنے والا اور نہ مرنے والا ہے ، پاک ہے وہ پاک ہے وہ جس نے قُدرت اور ہمشیگی کے ساتھ قوت حاصل کی اور اپنے بندوں کو موت اور فناء (خاتمے) کے ذریعے مغلوب کیا """۔

::::: (19) ::::: جنازے کے ساتھ اِس قسم کی آوازیں بلند کرتے ہوئے چلنا کہ """ اِس (میت) کے لیے مغفرت طلب کرو ، اللہ تُمہاری مغفرت کرے گا """۔ بحوالہ [المدخل ، اور ، الإبداع ، اور ، الأمر بالاِتباع]

::::: (20) ::::: جنازہ دیکھ کر یہ کہنا """هذا ما وعدنا اللَّهُ و رسولهُ و صدق اللَّهُ و رسولهُ ، اللَّهُمّ زدنا إِيماناً و تسليماً ::: یہ وہ ہے جِس کا وعدہ ہم سے اللہ اور اُس کے رسول نے کیا ، اور اللہ اور اُس کے رسول نے سچ کہا ، اے اللہ ہمارے ایمان اور اطاعت میں اضافہ کر """

::::: (21) ::::: میت کے ساتھ عود دان (یا کوئی بھی ایسی چیز لے کر چلنا جِس میں خوشبو دار چیزوں کو سلگا کر خوشبو پیدا کی جاتی ہے ، یا جِن کے ذریعے خُوشبُو پھیلائی جاتی ہے) لے کر چلنا ۔

::::: (22) ::::: جنازے کو اولیاء (پیروں اور نام نہاد حضرتوں) کی درگاہوں یا اُن میں سے جو مر چکے اُن کی قبروں کا طواف کروانا ۔ بحوالہ [الإبداع] ۔

::::: (23) ::::: مساجد کے دروازوں (میناروں) پر جنازوں کا اِعلان کرنا ۔ بحوالہ [المدخل]

::::: (24) ::::: مسجدِ اقصیٰ میں جنازے کو بابِ رحمت سے داخل کرنا اور اُسے بابِ رحمت اور صخرہ (چٹان) کے درمیان رکھنا ، اور کچھ دین دار لوگوں کا (جنازے کے پاس) اکٹھے ہو کر ذِکر و اذکار کرنا ۔

::::: (25) ::::: جنازے پر نماز پڑھنے سے پہلے یا بعد میں یا دفن کے بعد قبر کے پاس (یا قبر سے ہٹ کر) مرثیہ خوانی کرنا ۔

::::: ایک وضاحت::::: مرثیہ خوانی کا عام معنیٰ ہمارے ہاں ماتمی کلام ہے اور خاص طور پر وہ ماتمی اِلفاظ جو کہ شاعرانہ پیرائے میں ہوں اُنہیں مرثیہ کہا اور سمجھا جاتا ہے ، جبکہ عربی لغت کے مطابق مرثیہ کا معنیٰ """ میت پر رونا ، یا ، اُسکی خوبیاں بیان کرنا """ ہے ، ملاحظہ فرمایئے """ المُنجد """ مادہ """ رثاء """ ، لہٰذا خاص طور پر اِن مواقع پر میت کی تعریف کرنا بدعت ہے اور اِس بِدعت کو جائز کرنے کے لیے اُن احادیث کا سہارا لینا قطعاً غلط ہے جِن احادیث میں میت کے تعریف کیے جانے پر اُس کی مغفرت کی خبر ملتی ہے ، کیونکہ یہ سیدھی سمجھ میں آنے والی

بات ہے کہ میت کے لیے نفع مند تعریف وہ ہے جو اُسے جاننے والے لوگوں کی طرف سے خود بخود کی جاتی ہے ، نہ کہ یہ تعریف جو کہ خاص مواقع پر رسمی طور پر کی جاتی ہے یا سوال کرنے پر کی جاتی ہے ، یا بسا اوقات مال خرچ کر کے مرثیہ خوانوں سے کروائی جاتی ہے، سلف صالحین رضی اللہ عنہم و رحمہم اللہ میں اِن احادیث کا یہ مفہوم نہیں پایا جاتا تھا لہٰذا اِس قِسم کی تعریف کرنا یا کروانا اُن کے زمانے میں نہیں مِلتا ۔

::::: (26) :::::میت کو (بِلا ضرورت) گاڑی پر رکھ کر لے جانا ، اور دوسری گاڑیوں میں اُس کے پیچھے جانا (یعنی پیدل کی بجائے سوار جنازہ)۔

::::: (27) :::::میت کو توپ والی گاڑی پر رکھ لیجانا۔

::::: (6) نمازِ جنازہ سے متعلق بِدعات اور غلط عقائد :::::

::::: (1) :::::روزانہ مغرب کے بعد اُس دِن مرنے والے مُسلمانوں کی غائبانہ نمازِ جنازہ پڑھنا ۔ بحوالہ [الاختیارات العلمیہ ،اور، المدخل]

::::: (2) :::::جِس کی نمازِ جنازہ ہو چکی ہو اُس کی غائبانہ نمازِ جنازہ پڑھنا۔بحوالہ [احکام الجنائز و بِدَعھا / مسئلہ 59]

::::: (3) :::::نمازِ جنازہ کے وقت یہ کہنا """ سُبحانَ مَن قھَرَ عبادہُ بالموتِ و سُبحان الحیِّ الذی لا یموت::: پاک ہے وہ جِس نے اپنے بندوں کو موت کے ذریعے مغلوب کیا ، اور پاک ہے وہ زندہ (ذات)جو کبھی نہیں مرے گا """۔ بحوالہ [السنن و المبتدعات]

::::: (4) :::::بِلا ضرورت جوتے اُتار کر اور اُن کے اوپر کھڑے ہو کر نمازِ جنازہ پڑھنا۔

::::: (5) :::::إِمام کا نماز پڑھاتے ہوئے مرد کی میت کے درمیان اور عورت کی میت کے سینے کی سیدھ میں کھڑے ہونا۔بحوالہ [احکام الجنائز و بِدَعھا/مسئلہ 73]

::::: (6) :::::تکبیرِ تحریمہ کے بعد دُعاءِ اِستفتاح پڑھنا۔بحوالہ [احکام الجنائز و بِدَعھا/ مسئلہ 77]

::::: (7) :::::نمازِ جنازہ سے کو سلام پھیرے بغیر ختم کر دینا ۔[یہ بِدعَت شعیہ کے فرقہ إِمامیہ میں پائی جاتی ہے ، جیسے کہ اُن کی کِتاب """مِفتاح الکرامہ """میں لکھا ہے]

::::: (8) :::::نمازِ جنازہ کے بعد حاضرین سے یہ (یا اِس قسم کے کوئی اور) سوال کیئے جانا کہ """ اِس میت کے بارے میں تم لوگ کیا کہتے ہوئے """ اور حاضرین کا یہ (یا اِس قِسم کا کوئی اور) جواب دینا کہ """ مرنے والا صالحین (نیکوکار) لوگوں میں سے تھا """۔بحوالہ [اِلابداع ،اور،السنن ،اور،احکام الجنائز و بِدعھا/مسئلہ 62]

::::: (7) کفن اور دفن متعلق بِدعات اور غلط عقائد :::::

::::: (1) :::::جنازے کے گھر سے نکلتے ہوئے جانور ذبح کرنا اور اُس کا خون قبر پر یا قبر میں ڈالنا۔

::::: (2) :::::جنازے کے قبرستان پُہنچنے پر بھینس (یا کوئی اور جانور) ذبح کرنا اور اُس کا گوشت حاضرین میں تقسیم کرنا۔بحوالہ [اِلابداع]

::::: (3) :::::دفن سے پہلے قبرستان میں میت کی چارپائی کے اِردگرد ذِکر کرنا۔ بحوالہ [السُنن والمبتدعات]

::::: (4) :::::میت کو قبر میں رکھتے ہوئے (یا رکھ کر)اذان کہنا۔بحوالہ [حاشیہ ابنِ عابدین]

::::: (5) :::::میت کو قبر میں اُتارتے وقت قبر کے سر والے حصے کی طرف سے قبر میں داخل کرنا ۔ بحوالہ [احکام الجنائز و بِدَعھا/مسئلہ 103]

::::: (6) :::::قبر میں بِلا ضرورت ریت (یا نرم مٹی وغیرہ) بچھانا۔

::::: (7) :::::میت کے سر کے نیچے تکیہ یا اُس سے ملتی جلتی کوئی چیز رکھنا۔

::::: (8) :::::قبر میں میت پر عرقِ گلاب (یا کوئی اور خوشبو دار چیز) چھڑکنا۔

6، 7، 8، بحوالہ [المدخل]

::::: (9) :::::کفن میں خوشبو دار چیزیں رکھنا۔

::::: (10) :::::حاضرینِ جنازہ کا ھاتھوں کی پُشت (اُلٹے ہاتھوں) سے میت پر مٹی ڈالنا۔

::::: (11) :::::حسین رضی اللہ عنہُ کی قبر کی مٹی میت کے ساتھ قبر میں ڈالنا ، یہ عقیدہ رکھنا کہ اِس مٹی کی وجہ سے میت ہر خوف اور خطرے سے محفوظ رہے گی ۔

10 اور 11 بحوالہ [مفتاح الکرامہ ، شعیہ اِمامیہ کی کِتاب]

::::: (12) :::::میت کو قبر میں رکھتے ہوئے کسی ولی یا پیغمبر کے سپرد کرنا۔

::::: (13) :::::قبر میں (یا براہ راست میّت پر)مَٹی ڈالتے ہوئے پہلی مُٹھی کے ساتھ """مِنھا خَلَقنا

کُم::: اِس (مٹی) میں سے ہم نے تمہیں بنایا) """،اور دوسری مُٹھی کے ساتھ """و فیھا نَعیدُکم::: اور اِسی (مٹی) میں ہم تمہیں پلٹائیں گے """،اور تیسری مُٹھی کے ساتھ """و مِنھا نخرُجُکم تارۃً اُخریٰ::: اور پھر دوسری دفعہ ہم تمہیں اِس (مٹی) میں سے نکالیں گے """ پڑھنا۔ بحوالہ [احکام الجنائز و بِدعھا/مسئلہ 103]

::::: (14) :::::مٹی ڈالتے ہوئے پہلی مُٹھی کے ساتھ """ بِسمِ اللَّه """، اور دوسری کے ساتھ """المُلكُ لِلَّه """، اور تیسری کے ساتھ """القُدرۃُ لِلَّه """،اور چوتھی کے ساتھ """العِزَّۃُ لِلَّه """، اور پانچویں کے ساتھ """العَفو و الغفرانُ لِلَّه """، اور چھٹی کے ساتھ """الرَّحمۃُ لِلَّه """ اور ساتویں کے ساتھ """کُلُّ مَن عَلَیھا فَانٍ """، اور """مِنھا خلقناکُم و فِیھا نعیدُکُم و مِنھا نخرُجُکُم تارۃً اُخریٰ """ پڑھنا۔

::::: (15) :::::میت کے سر کی طرف سُورت الفاتحہ اور پاؤں کی طرف سُورت البقرہ کے پہلے حصے پڑھنا۔

::::: (16) :::::میت کو دفن کرتے ہوئے سات سُورتیں """الفاتحہ ، الفلق ، الناس الاخلاص ، الفتح ، الکافِرون ، الکوثر """پڑھنا ، اور ساتھ یہ دُعا کرنا """اے اللہ میں تُجھ سے تیرے اِسمِ عظیم کے ذریعے سوال کرتا ہوں ، اور تیرے اُس نام کے ذریعے تُجھ سے سوال کرتا ہوں جو کہ دین کو قائم کرنے والا ہے ، اور تُجھ سے سوال کرتا ہوں کہ ،،،،،،،،اور تُجھ سے سوال کرتا ہوں کہ ،،،،،،،،اور تُجھ سے سوال کرتا ہوں کہ ،،،،،،،،اور تُجھ سے سوال کرتا ہوں ، تیرے اُس نام کے ذریعے کہ جِس کے ذریعے جب سوال کیا جائے تو تُو اُسے پُورا کرتا ہے ، اور اگر دُعا کی جائے تو تُو قبول کرتا ہے ، اے جبرائیل اور میکائیل اور اسرافیل اور عُزرائیل کے رب ،،،،،،،آمین """۔

:::::: اِمام الالبانی علیہ رحمۃُ اللہ کا کہنا ہے کہ """ اِس دُعا کے بناوٹی ہونے کے ثبوت میں اِتنا ہی کافی ہے کہ اِس میں عُزرائیل نام شامل ہے اور اِس نام کا سنت میں کوئی ثبوت نہیں مِلتا """۔

::::: (17) :::::میت پر مٹی ڈالتے ہوئے قُرآن پڑھنا۔

::::: (18) :::::میت کو دفن کے وقت (یا قبر میں رکھتے ہوئے) تلقین کرنا۔

بحوالہ [السُنن ،اور، سُبل السلام ،اور، احکام الجنائز و بِدعھا/مسئلہ 104]

:::::: وضاحت :::::: تلقین کرنے کا مطلب ہے کہ میت کو کلمہ ءِ طیبہ یعنی پہلا کلمہ (لااِلہَ اِلّا اللہ و محمد رسول اللہ) یا کلمہ ءِ شہادت یعنی دوسرا کلمہ (اشھدُ اَن لا اِلہَ اِلّا اللہ و اشھدُ اَن محمداً عبدہُ و رسولہُ) پڑھنے کا کہنا ، یا یہ خیال کرتے ہوئے میت کے پاس اِس وقت کلمے پڑھنا کہ اِس طرح یہ کلمے پڑھنے سے میت بھی حساب کے وقت یہ کلمے پڑھ لے گی۔

::::: (19) :::::عورت کی قبر پر دو پتھر نصب کرنا۔ بحوالہ [نیل الاوطار/جِلد 4]

::::: (20) :::::میت کو دفن کرنے کے بعد قبر پر کھڑے رہ کر مرثیہ خوانی کرنا۔

بحوالہ [الاِبداع] (مرثیہ خوانی کا معنی اور مفہوم صفحہ 57 پر بیان کیا گیا ہے)

::::: (21) :::::دفن کے بعد مرنے والے کی لواحقین میں سے (یا کسی اور مقرر شدہ آدمی کا) قبرستان میں یا قبر کے پاس رہنا۔ بحوالہ [المدخل]

::::: (22) :::::جنازے کے بعد، حاضرینِ جنازہ کو گھروں میں داخل ہونے سے روک دینا، جب تک کہ وہ لوگ اپنے آپ کو دھو نہ لیں۔ بحوالہ [المدخل]

::::: (23) :::::قبر پر کھانے پینے کی چیزیں رکھنا، تاکہ لوگ وہ چیزیں لے جائیں۔

::::: (24) :::::قبر کے پاس صدقہ کرنا۔ بحوالہ [اقتضاء الصراط المستقیم مخالفۃ اصحاب الجحیم ، اور، کشف القناع]

::::: (25) :::::قبر کے سر کی طرف سے قبر پر پانی چھڑکتے ہوئے قبر کا چکر لگانا اور بچا ہوا پانی قبر کے درمیان چھڑکنا۔

::::: (26) :::::میت کو دفن سے پہلے اور کبھی دفن کے بعد (قبر سے نکال) کر مشاہدِ شریفہ کی زیارت کے لیے لے جانا۔ بحوالہ [مفتاح الکرامہ] (شعیہ کی کتاب)

::::: (8) تعزیت متعلق بِدعات اور غلط عقائد :::::

::::: (1) :::::قبرستان میں تعزیت کرنا۔ بحوالہ [حاشیہ ابنِ عابدین]

::::: (2) :::::تعزیت کرنے کے لیے کوئی جگہ مقرر کرنا اور وہاں اکٹھے ہو کر تعزیت کرنا۔ بحوالہ [زاد المعاد، لاامام اَبن القیم ، اور، سفر السعادہ، للفیروزآبادی ، اور، اصلاح المساجد، للقاسمی ، اور، احکام الجنائز و بِدَعھا لاامام الالبانی / مسئلہ، 111]

::::: (3) :::::تعزیت کرنے کے لیے تین دِن کا وقت مقرر کرنا۔ بحوالہ [احکام الجنائز و بِدَعھا، مسئلہ، 110]

(إمام الالبانی علیہ رحمۃ اللہ نے فرمایا""لوگوں میں یہ بات بطورِ حدیث معروف ہو گئی ہے کہ " تین دِن سے زیادہ تعزیت

نہیں ہوتی " جبکہ اِس بات کی (احادیث میں) کوئی اصل ہی نہیں ہے """ تفصیل کے لیے دیکھیے ، أحکام الجنائز و بِدُعھا /مسئلہ 110)

::::: (4) :::::سات دِن تک تعزیت کے لیے آنے والوں کے لیے فرش (چٹائیاں، قالین وغیرہ) بچھانا اور سات دِن سے پہلے اُسے نہ ہٹانا۔بحوالہ [المدخل]

::::: (5) :::::اِن اِلفاظ میں تعزیت کرنا """أعظم اللَّه أجرك و ألهمَكَ الصبر و رزقنا و إياكَ الشكر۔۔۔۔۔۔۔۔ الی آخرہ"""

(یا تعزیت کے لیے کوئی بھی اِلفاظ خاص کر لینا جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم کی سنت سے ثابت نہیں، یعنی کچھ اِلفاظ کو، یا کسی جُملے کو تعزیت کے لیے لازم سمجھ لینا اور اُنہی اِلفاظ یا اُسی جملے کو بول کر تعزیت کا آغاز کرنا لازمی جاننا جبکہ اُن اِلفاظ کے اِس لزوم کی صحیح سُنّت شریفہ میں سے کوئی دلیل نہیں) ۔

::::: (6) :::::اَہلِ میت کا تعزیت کے لیے آنے والوں کے کھانے کا اِنتظام کرنا۔

بحوالہ [تلبیس ابلیس ،اور، فتح القدیر لاِبنِ الھمام،اور،المدخل،اور،اصلاح المساجد]

::::: (7) :::::میت کے اِیصالِ ثواب کے لیے (یا بغیر اِیصالِ ثواب کی نیت کے صِرف رسمی طور پر) پہلے، (تیسرے) ساتویں (دسویں)، چالیسویں پر اور پھر سال کے سال (برسی پر) کھانے (یا اجتماع ،ذِکر اذکار،قران خوانی وغیرہ) کا اِنتظام کرنا۔بحوالہ [شرح الطریق المحمدی،اور،المدخل]

::::: (8) :::::مرنے کے بعد پہلی جمعرات کو اَہلِ میت کی طرف سے کھانا تقسیم کرنا۔

::::: (9) ::::: اَہلِ میت کی طرف سے کھانے کی دعوت قبول کرنا اور اُن کا مہیا کردہ کھانا کھانا ۔ بحوالہ [جِلاء القلوب ،إمام محمد البرکوی]

::::: (10) :::::لوگوں کا یہ کہنا (اور کرنا) کہ """ پہلی تین راتوں کا دستر خوان وہی اُٹھائے گا جِس نے بچھایا ہو """۔ بحوالہ [المدخل]

::::: (11) :::::ساتویں دِن کی ضیافت کے لیے جلیبیاں یا کوئی اور چیز (خاص طور پر میٹھی چیز) خریدنا یا تیار کرنا اور کروانا ۔بحوالہ [المدخل]

::::: (12) :::::مرنے والے کا یہ وصیت کرنا کہ """اُس کے مرنے والے دِن اور بعد میں بھی (تعزیت کے لیے آنے والوں کو) کھانا کِھلایا جائے ، اور جو اُس کی روح کے اِیصال ثواب کے لیے قران پڑھے یا """سبحان اللہ""" کا وِرد کرے یا""" لا إِلہَ اِلّا اللہ """ کا وِرد کرے (یا کوئی بھی عِبادت کرے)اُس شخص کو نقد

پیسے ادا کئے جائیں """ ۔ بحوالہ [الطریقہ المحمدیہ]۔

یہ معاملہ تو ہمارے معاشرے میں ایک معمول کی طرح دِکھائی دیتا ہے کہ ثواب بنانےاور پہنچانے والے """حضرت صاحبان""" نہ صِرف اپنی ورکنگ ٹیم کے سمیت کھانا نمٹانے کا حق ادا کرتے ہیں بلکہ ثواب کی مقدار کی مطابق اپنی اس دِل دوز اور جان لیوا مُشقت کا محنتانہ نقداً بھی وصول فرماتے ہیں۔

::::: (13) ::::: یہ وصیت کرنا کہ """ کُچھ لوگ چالیس راتیں یا کُچھ کم زیادہ میری قبر پر بسر کریں """۔بحوالہ [الطریقہ المحمدیہ]

::::: (14) ::::: قران خوانی ، ذِکر أذکار ، دُرود اور نعتیں وغیرہ پڑھ کر اُس کا ثواب پہنچانے کے لیے کُچھ چیزیں وقف کرنا ۔[بحوالہ الطریقہ المحمدیہ]

::::: ملاحظہ ::::: دوسرے اِلفاظ میں یہ کہا جائے گا کہ کوئی شخص اپنے جیتے جی ثواب خریدنے اور وہ ثواب پہنچانے کا خرچہ نکال کر اُسے وقف کر دے یا وصیت کر دے کہ اتنی ہزار یا اتنی لاکھ نیکیاں یا اتنے کِلو یا اتنے من ثواب میرے مرنے کے بعد مُجھے پہنچا دِیا جائے لا حولَ ولا قوۃَ إِلّا باللَّہ ،

یہاں یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ مندرجہ بالا تین فقروں میں وصیت کرنے یا وقف کرنے کے اِلفاظ سے یہ مطلب ہر گِز نہیں کہ صرف ایسی وصیت کرنا ہی بِدعت ہے اور اگر کِسی نے ایسی کوئی وصیت نہ کی ہو تو پھر یہ سب کام کرنا جائز اور درست ہے ، یہ تمام کام بِدعت ہیں خواہ اِن کے کیے جانے کیوصیت کی گئی ہو یا نہ کئی گئی ہو)۔

::::: (15) ::::: پہلی رات گُزرنے سے پہلے پہلے میت کے ولی کی طرف سے حسبِ اِستطاعت کُچھ صدقہ کرنا اور اگر وہ ایسا نہ کر سکے تو پھر اُس کا دو رکعت نماز پڑھنا اِس طرح کہ ہر رکعت میں سُورۃ الفاتحہ کے ساتھ ایک دفعہ آیت الکُرسی اور دس دفعہ سُورۃ التکاثر پڑھنا (یا اِس کیفیت اور طریقے کے عِلاوہ عام معروف طریقے سے ہی پڑھنا) اور آخر میں یہ کہنا """ اے اللہ تُو جانتا ہے کہ یہ نماز میں نے کیوں پڑہی ہے ، اے اللہ اِس نماز کا ثواب فُلاں میت کی قبر تک پہنچا دے ، یا فُلاں میت تک پُہنچا دے """ ۔ بحوالہ [شرح الشّرعۃ]

::::: (16) ::::: میت کے پسندیدہ کھانوں میں سے کِسی کھانے کو صدقہ کرنا ۔

::::: (17) ::::: رجب ، شعبان ، رمضان ، میں مرنے والوں کے اِیصالِ ثواب کے لیے صدقہ کرنا ۔

::::: (18) ::::: میت کے (اِیصالِ ثواب) کے لیے یا میت کی حفاظت کی نیت سے قُرآن پڑھنا ۔

::::: (19) ::::: میت کے (اِیصالِ ثواب) کے لیے نفلی نمازیں پڑھنا یا ذِکر أذکار کرنا ۔

::::: (20) ::::: میت کے (اِیصالِ ثواب) کے لیے قُرآن پڑھنا اور قبر کے پاس آ کر اُسے ختم کرنا

۔بحوالہ [السُّنن ،اور، احکام الجنائز و بِدَعھا مسئلہ 119/]

::::: (21) :::::میت کے (اِیصالِ ثواب) کے لیے دفن کے اگلے دن صُبح صُبح عزیز و أقارب اور جاننے والوں کا اکٹھے ہو کر قبر پر جانا بحوالہ [المدخل ،اور، إصلاح المساجد]

::::: (22) :::::صُبح کی تعزیت میں آنے والوں کے لیے قبرستان کی زمین پر کوئی چیز بچھانا۔

::::: (23) :::::قبر پر خیمہ لگانا۔

::::: (24) :::::چالیسویں رات (یا دن) میں (محفل منعقد کر کے) میت کی خوبیاں بیان کرنا، یا ہر سال برسی منانا۔22،23اور24 بحوالہ [المدخل]

::::: (25) :::::موت سے پہلے اپنے لیے قبر کھود کر یا کھدوا کر تیار رکھنا، گویا کہ اپنے خیال میں ایسا کرنے والا موت کی تیاری کر رہا ہے۔ بحوالہ [احکام الجنائز و بِدَعھا] (جب کہ موت کی تیاری اِعمالِ صالحہ کے ذریعے ہونا چاہیے بِدَعات کے ذریعے نہیں)

::::: (8) قبروں کی زیارت سے متعلق بِدَعات اور غلط عقائد :::::

::::: (1) :::::تدفین کے بعد تیسرے دن، ساتویں دن، (دسویں دن)، پندرھوں دن، اور چالیسویں دن قبر کی زیارت کرنا، بعض لوگ صِرف پندرھویں اور چالیسویں دن کی زیارت کرتے ہیں۔بحوالہ [نُور البیان فی کشف عن البدعِ آخر زمان]

::::: (2) :::::ہر جمعہ کو والدین کی قبر کی زیارت کرنا۔بحوالہ [احکام الجنائز و بِدَعھا/مسئلہ 118]

::::: (3) :::::یہ عقیدہ رکھنا کہ """ اگر جمعہ کی رات میں میت کی زیارت کے لیے نہ جایا تو دُوسرے مُردوں میں اُس کی رسوائی ہوتی ہے """۔ بحوالہ [المدخل]

::::: (4) :::::یہ عقیدہ رکھنا کہ """جب زائرین زیارت کے لیے (قبرستان کی طرف) نکلتے ہیں تو مُردہ اُنہیں دیکھ رہا ہوتا ہے """ ۔ بحوالہ [المدخل]

::::: (5) :::::دس محرم کے دن قبروں کی زیارت کرنا۔ بحوالہ [المدخل]

::::: (6) :::::پندرہ شعبان کی رات (نصف شعبان) قبروں کی زیارت کرنا اور وہاں آگ (چراغ، موم بتیاں، اگربتیاں، وغیرہ) جلانا۔بحوالہ [تلبیس ابلیس ،اور، المدخل]

::::: (7) :::::دونوں عیدوں، رمضان رجب اور شعبان میں قبروں کی زیارت کرنا۔ بحوالہ [المدخل ،اور، الإبداع ،اور، السُّنن]

::::: (8) :::::پیر اور جمعرات کے دن قبروں کی زیارت کرنا۔
یہ سب زیارتیں بِدعت ہیں ، بلکہ قبروں کی زیارت کے لیے کوئی بھی دِن مخصوص کرنا بِدعت ہے، اور یہ بھی خُوب یاد رکھنا چاہیے کہ قبروں کی زیارت کی اجازت صِرف اور صِرف موت اور آخرت کی یاد دہانی کے لیے عطاء فرمائی گئی ہے ، کسی اور کام کے لیے نہیں۔
::::: (9) :::::قبرستان میں داخل ہونے سے پہلے قبرستان کے دروازے (یا حدود) پر اَدب و احترام سے کھڑے ہونا ، گویا کہ داخلے کی اِجازت مانگی جا رہی ہے ۔ بحوالہ [الإبداع]
::::: (10) :::::قبر کے سامنے (کچھ دیر تک) نمازی کی طرح ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونا ، اور پھر اُس کے بعد قبر کے پاس بیٹھنا۔ بحوالہ [المدخل]
::::: (11) :::::قبر کی زیارت کے لیے تیمّم کرنا۔
::::: (12) :::::قبر کی زیارت کے وقت دو رکعت نماز اِس طرح پڑھنا کہ ہر رکعت میں سُورۃ الفاتِحہ اور آیت الکُرسی ایک دفعہ اور سُورۃ الاِخلاص تین دفعہ پڑھی جائے اور پھر اِسکا ثواب میت کو بخشنا۔ بحوالہ [شرح الشّرعۃ]
::::: (13) :::::مُردوں کے لیے سُورۃ الفاتحہ پڑھنا۔ بحوالہ [تفسیر المنار]
::::: (14) :::::قبروں پر سُورۃ یٰسین پڑھنا۔ بحوالہ [احکام الجنائز و بِدَعھا/مسئلہ 119]
::::: (15) :::::اِیصالِ ثواب کے لیے گیارہ مرتبہ سُورۃ الاِخلاص پڑھنا ۔بحوالہ [احکام الجنائز و بِدَعھا /مسئلہ 119]۔(اِس کا یہ مطلب نہیں کہگیارہ سے کم یا زیادہ مرتبہ پڑھنا دُرست ہے، کسی بھی عدد میں پڑھا جانا بِدَعت ہی ہے)
::::: (15) :::::میت (یا کسی بھی اور کام) کے لیے اِس طرح دُعا کرنا"""اے اللہ میں مُحمد صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی حُرمت کے ذریعے تُجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تُو اِس میت کو عذاب نہ دے """ ۔ بحوالہ [احوال اطفال المُسلمین]
::::: (16) :::::مُردوں پر سلام کہتے ہوئے الفاظ کو پلٹا دینا یعنی""" السّلام علیکم """کہنے کی بجائے """ علیکم السّلام """ کہنا۔
::::: (17) :::::چاندنی راتوں میں قبرستانوں میں کرسیوں یا منبروں پر چڑھ کر (یا اِن چیزوں کے بغیر ہی) وعظ کرنا۔ بحوالہ [المدخل]
::::: (18) :::::قبروں کے درمیان"""لا إِلہ إِلَّا اللَّہ"""کا وِرد کرنا یا کروانا۔

::::: (19) :::::قبروں کی باقاعدگی سے زیارت کرنے والوں کو حاجی کہنا۔

::::: (20) :::::اَنبیا (علیہم السلام یا اُولیاء اور صالحین رحمہم اللہ) کی قبروں پر جانے والوں کے ذریعے قبر والے کو اپنا سلام پُہنچانا۔

::::: (21) :::::ثواب پانے کی نیت سے نام نہاد شہید (بابا جی، پیر سائیں، حضرت جی، قلندر صاحب، بی بی جی، مائی جی) وغیرہ وغیرہ کی قبر کی زیارت کرنا۔

::::: (22) :::::قبروں پر جا کر عِبادات قبروں میں دفن مُردوں کو اِیصالِ ثواب کرنا۔ (گویا دُور کے اِیصال ثواب سے تسلی نہیں ہوتی لہٰذا قبروں پر جا کر ہاتھوں ہاتھ سپلائی کیا جاتا ہے)

::::: (23) :::::اپنے اَعمال کا ثواب رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ و سلّم کو پُہنچانا۔بحوالہ [القاعدہ الجلیلہ ،اور،لاختیارات العلمیہ ،اور،شرح عقیدہ الطحاویہ ،اور، تفسیر المنار]

::::: (24) :::::میت کو قُرآن کا ثواب پُہنچانے والوں کو اُجرت دینا۔بحوالہ [فتاویٰ شیخ الِاسلام ابن تیمیہ رحمہُ اللہ ورفع درجاتہُ]

:::::مُلاحظہ::::: گویا کہ ثواب خرید وفروخت کی چیز ہوئی، ولا حول ولا قوۃاِلا باللہ،، خواہ کوئی ثواب کو خرید وفروخت والی چیز بنا کر خریدے یا بیچے اور پھر اسے کسی مُردے کو پہنچانے کے دھوکے کا شِکار ہو، یا خواہ کوئی پیسے لیے بغیر ہی یہ کوشش کرے، بہر صورت جو بھی طریقہ قران کریم اور صحیح ثابت شدہ سُنّت مبارکہ میں بتائے گئے طریقوں کے علاوہ ہو گا اُس کے ذریعے کِسی مُردے کو کوئی اِیصال ثواب نہیں ہوتا۔

::::: (25) :::::یہ عقیدہ رکھنا کہ """اَنبیا اور صالحین (یا کِسی بھی اور) کی قبر کے پاس کی گئی دُعا قبول ہوتی ہے """۔ بحوالہ [فتاویٰ شیخ الِاسلام ابن تیمیہ رحمہُ اللہ ورفع درجاتہُ]

::::: (26) :::::(بِدَعت رقم 25) میں بیان کئے گئے عقیدے کی بُنیاد پر کِسی بھی قبر پر جانا (اور وہاں جا کر دُعا کرنا)۔ بحوالہ [الاختیارات العلمیہ]

::::: (27) :::::اَنبیا اور صالحین (شہیدوں، پیروں، پیرنیوں، ولیوں، وغیرہ) کی قبروں کو (کپڑوں یا چادروں وغیرہ) سے ڈھانپنا۔بحوالہ [الاختیارات العلمیہ ،اور، المدخل ،اور،الِابداع]

::::: (28) :::::یہ عقیدہ رکھنا کہ """جِس گاؤں یا شہر میں جِس نیک شخص (ولی یا پیر وغیرہ) کی قبر ہوتی ہے اُس جگہ رہنے والوں کو اُس ولی یا پیر کی وجہ سے رزق اور فتح و نصرت ملتی ہے، جیسے کہ کہا جاتا ہے کہ """ سیّدہ نفیسہ قاھرہ کی رکھوالی ہیں """، اور """ شیخ رسلان دمشق کے رکھوالے ہیں """ وغیرہ وغیرہ۔ بحوالہ [الرَّد علیٰ

الَاخنائی]

::::: مُلاحظہ ::::: اور جیسا کہ ہمارے ہاں کہا جاتا ہے کہ """ علی ہجویری """ نام نہاد """ داتا صاحب """ لاہور کی حفاظت کرتے ہیں """ اور """ اِمام بری صاحب """ اِسلام آباد اور راولپنڈی کی حفاظت کرتے ہیں """۔

::::: (29) ::::: یہ عقیدہ رکھنا کہ مختلف ولیوں کے مختلف کام ہوتے ہیں جیسے کہ ڈاکٹر مختلف شعبوں میں سپیشلسٹ ہوتے ہیں۔ بحوالہ [الِابداع]

::::: مُلاحظہ :::::اِس بد عقیدگی کی کہانیاں ہمارے معاشرے میں کثرت سے پھیلی ہوئی ہیں ، کہیں کوئی ولی کاروباری مسائل کو حل کرنے والا ہے تو کہیں کوئی اولاد دینے والا ہے اور کہیں کوئی شفاء دینے والا ہے اور کہیں کوئی جادُو اور ٹونے کا توڑ کرنے والا ہے ، غرضیکہ ہر ایک حاجت پوری کرنے کے لیے ایک سپیشلسٹ میسر کیا جا چکا ہے ، اللہ کی طرف توجہ کی ضرورت ہی نہیں بس اپنی حاجت روائی کے لیے حاجت کے مطابق سپیشلسٹ حاجت روا """ حضرت """ کے پاس جایے زندہ ہو یا مُردہ """ حضرت """ آپ کا کام تمام کر دیں گے ،
کسی چھوٹے """ حضرت """ سے کام نہ ہو پا رہا ہو تو کسی """ اعلیٰ حضرت """ کے دربار اقدس ، مزار عالیہ ، درگاہ قُدسیہ میں حاضری دیجیے یقیناً بیڑہ غرق ہو کر ہی رہے گا۔

::::: (30) ::::: یہ عقیدہ رکھنا کہ """ جتنی کوئی قبر مشہور ہوتی ہے اُس قبر پر حاضر ہونا اُتنا ہی فائدہ مند ہوتا ہے """ ۔ بحوالہ [الرَّد علیٰ البکری]

::::: (31) ::::: کِسی کا اپنے مُرید سے یہ کہنا کہ """ اگر تجھے اللہ سے کوئی کام ہو تو میرے ذریعے مانگ ، یا (اگر میں پردہ کر جاؤں تو پھر) میری قبر پر آ کر مانگ """ ۔ بحوالہ [الرَّد علیٰ البکری]۔

::::: مُلاحظہ :::::اِس قِسم کے دعوے ہمارے ہاں اکثر لوگوں کی طرف سے مشہور ہیں ، جن میں سے کئی تو مر چکے ہیں اور کئی ابھی زندہ ہیں اور لوگوں کو اپنے مرنے کے بعد بھی اُن کی مددگاری کا یقین دِلاتے ہیں ، بلکہ معاذ اللہ کچھ تو یہ بھی کہتے ہیں کہ قیامت والے دِن میرے جھنڈے کو دیکھ کر چلے آنا ، پار ہو جاؤ گے ، لیکن یہ نہیں بتاتے کہ کِس طرف پار ہو جاؤ گے ،،،،، جنّت کی طرف یا جہنم کی طرف ؟۔

::::: (32) :::::کِسی (نام نہاد) ولی کی قبر کے اِرد گِرد کی چیزوں کو بھی مقدس سمجھنا اور یہ عقیدہ رکھنا کہ اگر اِن چیزوں میں سے کِسی چیز کو کاٹا ، توڑا یا نُقصان پُہنچایا گیا تو ایسا کرنے والے کو ضرور کوئی نہ کوئی تکلیف یا نقصان پُہنچے گا۔

::::: (33) :::::یہ عقیدہ بھی باطل ہے کہ """ جس نے آیت الکُرسی پڑھ کر شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ

اللہ علیہ (جنہیں غوث الاعظم اور گیارہویں والے کہا جاتا ہے) کی قبر کی طرف مُنہ کر کے سات دفعہ اُسے سلام کیا اور ہر سلام کے ساتھ قبر کی طرف ایک قدم بڑھا تو اُسکی حاجت پُوری کر دی جائے گی """ بحوالہ [فتاویٰ شیخ اِلاسلام ابن تیمیہ رحمہُ اللہ ورفع درجاتہُ]

::::: مُلاحظہ ::::: یاد رہے کہ غوث الاعظم اللہ تعالیٰ کے عِلاوہ کوئی اور نہیں کیونکہ غوث الاعظم کا معنی ہے سب سے بڑھ کر مدد کرنے والا اور سب سے بڑھ کر مدد کرنے والا، سب سے بڑا اور سب سے عظیم مددگار جو کہ صِرف اور صِرف اللہ تبارک وتعالیٰ ہی ہے ، یاد رکھیے گا کہ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں مشہور کیا گیا گیارہویں والا قصہ بھی سراسر جھوٹ ہے۔

::::: (34) ::::: اگر کِسی عورت کے مرنے کے بعد اُس کا خاوند شادی کر لے تو اُس مرنے والی عورت کی قبر پر پانی چھڑکنا یہ سمجھتے ہوئے کہ اِس طرح مرنے والی کی غیرت ٹھنڈی ہوتی ہے۔

بحوالہ [الاِبداع]

::::: مُلاحظہ ::::: کیا خُوب ہے کہ مر چکی بیوی کو اپنے زندہ خاوند کی نئی شادی پر اتنی گرما گرم غیرت ہوتی ہے کہ وہ مُردہ بیوی تو کیا اُس کی قبر بھی گرم ہو جاتی ہے، گویا کہ سوتن کی جلن مرنے کے بعد بھی ہوتی ہے ، اور اتنی شدید ہوتی ہے کہ قبر میں بھی پہنچ جاتی ہے لیکن قبر پر پانی چھڑکنے سے اُس میں اُفاقہ ہوتا ہے ، یہ تو بڑا اُچھا طریقہ ہے اِس طرح تو پہلی زندہ بیوی کا مسئلہ بھی حل ہو جاتا ہے اور دوسری شادی کرنے والے کا بھی کہ جو اپنی ایک بیوی کی موجودگی میں دوسری شادی کر لے وہ بھی پہلے والی پر پانی چھڑک چھڑک کر حالات دُرست کر سکتا ہے،

سچ ہے شیطان کے جھانسے میں آنے والوں کی عقلیں اسی طرح ماری جاتی ہیں ، اِن لوگوں کو وہ کام کیوں یاد نہیں کروائے جاتے جن کاموں کی وجہ سے قبر جہنم کا گڑھا بن جاتی ہے، کہ اُن کاموں سے بچیں اور اپنی قبروں کو جنّت کا باغیچہ بنانے کی کوشش کریں، بلکہ جھوٹے من گھڑت باطل عقائد سِکھائے جاتے ہیں اور بِدعات اور دیگر حرام کاموں میں مشغول کروایا جاتا ہے، اِنّا للہِ واِنّا الیہ راجعون، والیہ المشتکیٰ۔

::::: (35) ::::: أنبیا، صالحین اور أولیاء کی قبروں کی زیارت کے لیے سفر کرنا۔

بحوالہ [مجموع الفتاویٰ شیخ اِلاسلام ابن تیمیہ رحمہُ اللہ ورفع درجاتہُ،اور، مجموع الرسائل الکُبریٰ ،اور،الرَّد علیٰ البکری ،اور،الاِبداع ،اور،الرَّد علیٰ الاَخنائی ،اور،احکام الجنائز و بِدَعھا مسئلہ 125/]

::::: (36) ::::: موسیٰ علیہ السّلام (یا کِسی بھی اور کی) قبر پر دف ڈھول باجے بجانا، یہ خیال کرتے ہوئے کہ اِس طرح (صاحب قبر کا اور اُس کے ذریعے) اللہ کا قُرب حاصل ہوتا ہے۔ بحوالہ [المدخل]

::::: (37) ::::: قبرستانوں میں گھر بنانا یا قبروں میں رہائش اختیار کرنا۔

::::: (38) ::::: قبروں پر لکڑی یا پتھر کی تختیاں لگانا۔

::::: (39) ::::: قبر پر گھر جیسی (یا کسی بھی اور انداز کی) عمارت بنانا۔ 37، 38، 39 بحوالہ [المدخل]

::::: (40) ::::: قبروں کی آرائش و سجاوٹ۔ بحوالہ [شرح الطریقہ المحمدیہ]

::::: (45) ::::: قبرستان جاتے ہوئے قُرآن ساتھ لے جانا اور میت کے اِیصالِ ثواب کے لیے قبر پر اُسے پڑھنا۔ بحوالہ [تفسیر المنار]

::::: (46) ::::: قبروں کے پاس قُرآن رکھنا تا کہ (اِیصالِ ثواب کے لیے) وہاں آنے والے قُرآن خوانی کر سکیں (اور اُنہیں گھر سے لانے کی زحمت نہ ہو) بحوالہ [مجموع الفتاویٰ شیخ الاِسلام ابن تیمیہ رحمہُ اللہ و رفع درجاتہُ، اور، الاختیارات العلمیہ]

::::: (47) ::::: قبر پر ستون، دیواریں (یا چھتیں) بنانا۔ بحوالہ [الباعث لأبی شامہ]

::::: (48) ::::: کِسی خانقاہ (مزار، حُجرہ شریف وغیرہ) میں اپنی شکایتیں اور مسئلے لکھ کر پھینکنا اور یہ سمجھنا کہ اِس خانقاہ (قبر، مزار، حُجرے) والا اِن شکوے شکایتوں کا فیصلہ کرے گا اور اِن مسئلے مسائل کو حل کرے گا بحوالہ [الاِبداع، اور، القاعدہ الجلیلہ]

::::: (49) ::::: اَولیا (اور صالحین یا شہیدوں) کے مزاروں (خانقاہوں) کی کھڑکیوں (دروازوں اور دوسری چیزوں) کے ساتھ کپڑے (دھاگے یا کوئی اور چیز) باندھنا اور یہ سمجھنا کہ اِن چیزوں کے ذریعے اِس قبر والا ولی چیز باندھنے والے کو یاد رکھے گا اور اُس کی حاجت پُوری کرے گا۔

::::: (50) ::::: زیارت کرنے والوں کا اَولیا کے تابوت (جِس کو زیارت کے لیے رکھا گیا ہوتا ہے) کے ساتھ ٹکریں مارنا یا اپنے آپ کو باندھنا یا اپنے آپ کو لٹکانا۔ بحوالہ [الاِبداع]

::::: (51) ::::: تبرک حاصل کرنے کی نیت سے (یا کِسی بھی اور نیت سے) قبر پر کپڑے (قمیص، رومال، چادر، وغیرہ) پھیرنا یا پھینکنا۔ بحوالہ [المدخل]

::::: (52) ::::: عورتوں کا کِسی قبر سے لپٹنا یا اُس پر خاص انداز سے بیٹھنا یا لیٹنا اور یہ سب خُرافات کرنے کا سبب یہ غلط عقیدہ ہوتا ہے کہ ایسا کرنے والی عورت قبر والے کی برکت یا کرامت سے حاملہ ہو جاتی ہے۔ بحوالہ [الاِبداع]

::::: (53) ::::: قبر کو چومنا یا استسلام کرنا (یعنی ہاتھوں سے مسح کرنا یا چھُونا)۔ بحوالہ [الاِقتضاء

،اور، الاعتصام ،اور، اغاثۃ الالھفان ،اور، الباعث ،اور، الاِبداع]

::::: (54) ::::: قبر (یا قبر پر بنی ہوئی عمارت ،دیواروں ، ستونوں وغیرہ) کے ساتھ سینہ اور پیٹ لگا کر چمٹنا۔بحوالہ [الباعث]

::::: (55) ::::: قبر یا قبر کے آس پاس کی چیزوں میں سے کِسی چیز کو جِسم یا جِسم کے کِسی حصے کے ساتھ مَسّ کرنا۔بحوالہ [مجموع الفتاویٰ شیخ الاِسلام ابن تیمیہ رحمہُ اللہ ورفع درجاتہُ]

::::: (56) ::::: قبروں کا طواف کرنا۔بحوالہ [مجموعہ الرسائل الکُبریٰ ،اور، الاِبداع]

::::: (57) ::::: کِسی (بھی) قبر پر عرفات کے دن جانا اور وہاں اجتماع کرنا۔ بحوالہ [اقتضاء الصراط المستقیم مخالفۃ اصحاب الجحیم]

::::: (58) ::::: قبر کے پاس یا قبر پر جانور ذبح یا قربان کرنا۔ بحوالہ [اقتضاء الصراط المستقیم مخالفۃ اصحاب الجحیم ،اور، الاختیارات العلمیہ ،اور، نُور البیان]

::::: (59) ::::: کِسی صالح یا نبی یا ولی (یا کِسی) بھی قبر کی طرف مُنہ کر کے دُعا کرنا۔ بحوالہ [اقتضاء الصراط المستقیم مخالفۃ اصحاب الجحیم ،اور، الرّد علیٰ البکری]

::::: (60) ::::: کِسی نبی یا ولی (یا کِسی) بھی قبر کی طرف پیٹھ نہ کرنا۔ بحوالہ [اقتضاء الصراط المستقیم مخالفۃ اصحاب الجحیم ،اور، الرّد علیٰ البکری]

::::: (61) ::::: کِسی صالح یا نبی یا ولی (یا کِسی) بھی قبر پر دُعا کرنے جانا اور یہ سمجھنا کہ وہاں کی گئی ہوئی دُعا ضرور قبول ہوتی ہے۔ بحوالہ [القاعدہ الجلیلہ ،اور، الاختیارات العلمیہ ،اور، الرّد علیٰ البکری ،اور، الرّد علیٰ الاخنائی ،اور، الاِغاثہ]

::::: (62) ::::: قبر پر نماز پڑھنا۔

::::: (63) ::::: قبر کی طرف نماز پڑھنا۔

::::: (64) ::::: نماز پڑھنے کی نیت سے کِسی قبر پر جانا۔

62، 63، 64، بحوالہ [القاعدہ الجلیلہ ، الرّد علیٰ البکری ، الاِغاثہ]

::::: (65) ::::: ذِکر اَذکار ، (چِلّہ کشی)قُرآن خوانی ، نماز ، روزہ ، قُربانی (اور کِسی بھی عبادت کی ادائیگی) کے لیے کِسی قبر پر جانا۔ بحوالہ [اقتضاء الصراط المستقیم مخالفۃ اصحاب الجحیم]

::::: (66) ::::: صاحبِ قبر کے ذریعے (یعنی اُس کے وسیلے یا صدقے یا طفیل) اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا۔بحوالہ [الاِغاثہ ،اور، السُنن والمبتدعات]

::::: (67) :::::اللہ تعالیٰ کو کِسی (قبر والے یا کِسی زندہ) کی قسم دے کر کوئی سوال کرنا۔ بحوالہ [تفسیر سُورۃ الاِخلاص ، شیخ الاسلام اِمام ابن ِ تیمیہ رحمہُ اللہ و رفع درجاتہُ]

::::: (68) :::::میت یا کِسی غیر حاضر نبی یا ولی کو دُعا کے لیے پکارنا۔

::::: (69) :::::میت سے مدد طلب کرنا۔ 68، 69، بحوالہ [القاعدہ الجلیلہ ،اور، الرّد علیٰ البکری]

::::: مُلاحظہ ::::: جیسے کہ عام طور پر کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ یا فُلان میرے لیے اللہ کے حضور دُعا کیجیے ، یا فُلان میری مدد کیجیے بلکہ با قاعدہ نعرے اور وِرد بنا لیے گئے ہیں لہذا کہیں """ یارسول اللہ مدد """ ، اور کہیں """ ادرکنی یا علی """ ، اور کہیں """ مدد مولا مشکل کُشا مدد""" ، اور کہیں """ المدد یا غوث الاعظم المدد """، اور کہیں """ بیڑی پار لگا دے یا سخی شہباز قلندر """ اور کہیں کوئی اور کہیں کوئی ،

جب کہ حضرت """ یا فُلان """ یا تو مر چُکے ہوتے ہیں یا پھر پکارنے والے سے اِتنی دُور ہوتے ہیں کہ اُس کی پکار اُن تک نہیں پُہنچ رہی ہوتی ، یہ بات تو یقینی ہے کہ فرشتے تو اُن کے مُریدوں کا واویلا اُن تک نہیں پُہنچاتے کیونکہ حضرت جی کُچھ بھی رہے ہوں نبی یا رسول نہیں ہوتے ، کہ جنہیں اللہ کے فرشتے اللہ کے حکم اور اللہ کی اجازت سے کہیں کی خبر پہنچا دیں ،

اِسکے علاوہ کہیں کی خبر کہیں پُہنچانے کے لیے ، اب کچھ عرصہ پہلے سے اُن قوتوں اور علوم کو اِستعمال کیا جاتا ہے جو قوتیں اور علوم اللہ تعالیٰ نے اِنسان کو عطاء فرمائے ہیں،،، یا پھر یہ کام ابلیس اور اُسکے چیلے کرتے تھے اور کرتے ہیں ، اپنے دوستوں ، پیرو کاروں اور مددگاروں کو دوسروں کے سامنے """ بہت پُہنچے ہوئے """بنانے کے لیے اُن کو اِدھر اُدھر کی خبریں پُہنچاتے ہیں ، شیطانوں کی اِس مددگاری اور اپنے دوستوں ، پیروکاروں اور مددگاروں کی حاجت روائی کی تفصیل آپ """ستاروں سیاروں کی چال """ میں پڑھ سکتے ہیں۔

http://bit.ly/100fNM7

::::: (70) :::::یہ اعتقاد کہ فُلاں میت امور (تکوینی) میں تصرف رکھتی ہے۔

بحوالہ [السُنن والمبتدعات ، شیخ محمد بن أحمد خضر]

::::: (71) :::::قبر کے پاس اعتکاف کرنا ، اور قبر کے پاس مجاور بن کر بیٹھنا۔

بحوالہ [اقتضاء الصراط المستقیم مخالفۃ اصحاب الجحیم]

::::: (72) :::::قبر کی زیارت کے بعد اُلٹے پاؤں واپس ہونا۔ بحوالہ [المدخل ،اور، السُنن والمبتدعات]

::::: (73) :::::کِسی ولی یا خاص قبر کی زیارت کے وقت اُس قبر والے کا نام لے کر السلام علیک کہنا اور ،

اُس کے لیے اور اُس کے اِرد گِرد دُوسرے مُردوں یا اُس شہر کے تمام مُردوں کے لیے سُورت فاتحہ (یا کِسی اور عمل) کا ثواب کہنا۔ بحوالہ [السُّنن والمبتدعات]

::::: (74) ::::: قبر کو بُلند کرنا۔

::::: (75) ::::: قبر پر کو پُختہ (پکا) کرنا، یا اُس پر عمارت بنانا۔

بحوالہ [اقتضاء الصراط المستقیم مخالفۃ اصحاب الجحیم ، تفسیر سُورۃ الإخلاص ، شیخ الاِسلام إِمام ابن تیمیہ رحمہُ اللہ ورفع درجاتہُ]

::::: (76) ::::: اپنی قبر پر عمارت بنانے کی وصیت کرنا۔ بحوالہ [شرح الطریقہ المحمدیہ للخادمی]

::::: (77) ::::: قبروں پر گیلی مٹی کا لیپ کرنا۔ بحوالہ [الإغاثہ ،اور، شرح الطریقہ المحمدیہ للخادمی]

::::: (78) ::::: قبر پر میت کا نام اور تاریخِ وفات وغیرہ لکھنا۔ بحوالہ [المدخل ،اور، تلخیص المتدرک للذہبی ،اور، الإغاثہ ،اور، الإبداع]

::::: (79) ::::: قبروں اور اَنبیا علیہم السلام ، صُلحاء اور اَولیاء کے آثار پر مسجد بنانا۔

بحوالہ [اقتضاء الصراط المستقیم مخالفۃ اصحاب الجحیم ،اور، تفسیر سُورۃ الإخلاص ،إِمام ابن تیمیہ ،اور، الاِبداع ،اور، الرّرد علیٰ البکری]

::::: (80) ::::: قبرستان میں یا اُس کی طرف مسجد بنانا۔

بحوالہ [الاِبداع/ مجموع الفتاویٰ ،اور، الاِقتضاء ،اور، احکام الجنائز و بِدَعھا مسئلہ /125]

::::: (81) ::::: میت کو مسجد میں دفن کرنا، یا اُس پر مسجد بنانا۔

بحوالہ [إِصلاح المساجد ،اور، احکام الجنائز و بِدَعھا مسئلہ /125]

(ملاحظہ فرمایئے ، ملحق رقم 1 ، صفحہ رقم، 77)

::::: (82) ::::: نماز میں کعبہ کی بجائے کِسی قبر کی طرف مُنہ کرنا۔ بحوالہ [الاِقتضاء]

جیسا کہ اپنی آخرت تباہ کرنے والوں میں سے کچھ لوگ نمازِ غوثیہ پڑھتے ہوئے قبلہ رُخ ہونے کی بجائے شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہُ اللہ کی قبر کی طرف رُخ کرتے ہیں۔

::::: (83) ::::: قبروں کی خاص لگے بندھے مقرر شدہ اوقات پر زیارت کرنا۔

بحوالہ [الاِبداع ،اور ، الاِقتضاء ،اور ،الاِغاثہ الالھفان ،اور ،احکام الجنائز و بِدَعھا مسئلہ /125]

::::: (84) ::::: قبروں پر قندیل (چراغ ، موم بتی ، دیّا ، وغیرہ)جلانا تاکہ لوگ اِس قبر کی زیارت کے لیے بھی آئیں۔ بحوالہ [الاِبداع ،اور، االاِغاثہ ،اور، الطریقہ المحمدیہ ،اور، احکام الجنائز و بِدَعھا مسئلہ /125]

::::: (85) ::::: کِسی قبر ، پہاڑ ، درخت (مزِار ، خانقاہ ، وغیرہ)پر چراغاں کے لیے تیل نذر کرنا۔ بحوالہ

[إِصلاح المساجد،اور، الاِقتضاء]

::::: (86) :::::اہلِ مدینہ (یعنی مدینہ المنورہ میں رہنے والے ، خواہ وہاں کی شہریت رکھتے ہوں یا بغیر شہریت کے مقیم ہوں)کا ہر دفعہ مسجدِ نبوی میں داخل ہونے پر قبرِ نبوی کی زیارت کرنا۔ بحوالہ [الرَّد علیٰ الاَخنائی ، اور ،الشِّفاء فی حقوق المصطفیٰ للقاضی عیاض]

::::: (87) :::::رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی قبر کی زیارت کے لیے سفر کرنا۔

::::: ایک خاص وضاحت ::::::: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی قبر کی زیارت کرنا اِس لیے دُرُست نہیں کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے اِس سے منع فرمایا ہے ،

جیسا کہ أبو ہُریرہ رضی اللہ عنہُ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے فرمایا:::

﴿لاَتُشَدُّ الرِّحَالُ إِلاَّ إِلَى ثَلاَثَةِ مَسَاجِدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ، وَمَسْجِدِ الرَّسُولِ (صلى الله عليه وسلم) وَ مَسجِدِ الأَقْصَى::: تین مسجدوں کے عِلاوہ کِسی اور طرف (دینی زیارت کے لیے) سفر اِختیار نہ کیا جائے ، (1) مسجدِ حرام (یعنی مسجدِ کعبہ)، (2)رسول صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی مسجد (یعنی مسجدِ نبوی، نہ کہ روضہءِ رسول صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم، یا قبر النبی صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم)، (3) اور مسجدِ اَقصیٰ﴾ صحیح البُخاری / کتاب فضل الصلاۃ کے پہلے باب فضل الصلاۃ فی مسجد مکۃ و المدینۃ، کی پہلی حدیث ،

صحیح مُسلم کی روایت میں """مَسْجِدِ الرَّسُولِ (صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم)"""کی بجائے """مَسجِدِی ھَذا""" یعنی"""میری یہ مسجد"""ہے/حدیث3450/کتاب الحج/باب95-]]]

::::: (88) :::::رجب کے مہینے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی قبر کی زیارت کے لیے خاص سمجھنا۔

::::: (89) :::::مسجدِ نبوی میں داخل (یا خارج) ہوتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی قبر کی طرف چہرہ رکھنا ، اور مسجد میں قبر سے دور مگر قبر کی طرف چہرہ کیے کھڑا ہونا جیسے کہ کوئی نمازی نماز میں کھڑے ہوتا ہے۔

::::: (90) :::::رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم سے اپنی مغفرت کروانے کی دعا کرنا ، یعنی یہ کہنا"""یا رسول اللہ میرے لیے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کیجیے """۔

اِس سے بھی زیادہ خوفناک یہ عقیدہ رکھنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم بذات خود بخشش کرنے والے

ہیں، اور اپنے عاشقوں کو جہنم سے بچا کر سیدھا جنّت میں لے جائیں گے۔

::::: (91) :::::رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علی آلہ و سلم کے وسیلے سے دُعا کرنا۔

::::: (92) :::::رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علی آلہ و سلم کا واسطہ یا قسم دے کر اللہ تعالیٰ سے کوئی سوال کرنا۔

::::: (93) :::::اللہ تعالیٰ کی بجائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علی آلہ و سلم سے مدد طلب کرنا۔

مندرجہ بالا کام نبی صلی اللہ علیہ و علی آلہ و سلم کی قبر پر کیے جائیں یا کسی اور جگہ بہر صُورت نا جائز ہیں۔

::::: (94) :::::رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علی آلہ و سلم کی قبر کا مسح کرنا۔

::::: (95) :::::رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علی آلہ و سلم کی قبر کو چومنا۔

::::: (96) :::::رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علی آلہ و سلم کی قبر کا طواف کرنا۔

94، 95، 96، بحوالہ [المدخل ،اور، السنن ،اور، الإبداع ،اور، الباعث ،اور، مجموعہ الرسائل الکُبریٰ]

::::: (97) :::::رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علی آلہ و سلم کی قبر پر بنے ہوئے کمرے یا حُجرہ کی دیواروں سے چمٹنا۔ بحوالہ [الإبداع ،اور، الباعث]

::::: (98) :::::رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علی آلہ و سلم کی قبر پر بنے ہوئے کمرے یا حُجرہ کی جالیوں کو چھونا، جیسے کہ کُچھ لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ """ جس نے حُجرہ شریف کی جالی مُبارک پر ہاتھ رکھ کر کہا """ آپ کی شفاعت چاہتا ہوں یا رسول اللہ """ تو اللہ کی قسم اُس کو یہ شفاعت ضُرور ملے گی """۔

جیسے کہ ہمارے ہاں لوگوں نے اِس جالی، گُنبد بلکہ مدینہ کے گلی کوچوں کے بارے میں بھی وہ کُچھ کہا ہے اور کہہ رہے ہیں جو سراسر باطل ہے۔

::::: (99) :::::رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علی آلہ و سلم کی قبر کے سامنے قبر کی طرف چہرہ کیئے ہوئے اپنے لیے دُعا کرنا۔ بحوالہ [القاعدہ الجلیلہ ،اور، الرد علی البکری ،اور، مجموعہ الرسائل الکُبریٰ]

::::: (100) :::::روضۃ الجنۃ میں قبرِ نبی صلی اللہ علیہ و علی آلہ و سلم اور منبرِ نبی صلی اللہ علیہ و علی آلہ و سلم کے درمیان بیٹھ کر صیحانی نسل کی کھجوریں کھانا۔ بحوالہ [الباعث ،اور، الإبداع]

::::: (101) :::::رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علی آلہ و سلم کی قبر کے پاس نعتیں وغیرہ پڑھنا۔

::::: اہم مسئلہ ::::: رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علی آلہ و سلم کی شان میں تعریفی کلمات کہیں بھی کہے جا سکتے ہیں اور کہے ہی جانے چاہیں،،، مگر یہ ہرگز نہیں بُھولنا چاہیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علی آلہ و سلم اللہ تعالیٰ کے

بندے ہیں، اللہ کے بندوں میں سے سب سے بلند ترین رُتبے والے ہیں ،
اُن صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی اپنی ہی شانِ بندگی ہے جو کسی اور بندے کی نہ تھی ، نہ ہے ، اور نہ ہو سکتی ہے ،
لہذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی وہ ہی شان بیان کی جانی چاہیے جو اُن صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی ہے اُن صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کو بندگی کے رُتبے سے ہٹا کر کوئی اور رُتبہ دینا اُن کی شان میں گُستاخی ہے ، بے ادبی ہے ،
افسوس کہ یہ بے ادبی اور گُستاخی کرنے والے خُود کو باادب اور تابعدار سمجھتے ہیں ، اور اپنے آپ کو عاشقانِ رسول کہتے ہیں ، اور جو ہم جیسے ، صِرف سچ کو ہی سچ مانتے ہیں ، قصے کہانیوں کو سچ نہیں مانتے ، حق کو ہی حق جانتے ہیں ، باطل کی پیروی نہیں کرتے ، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی شان کو کتاب اللہ اور خُود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی سُنّت مُبارکہ کی حدود میں رہتے ہوئے سمجھتے ہیں ، اور اُسی طرح بیان کرتے ہیں ،
اُنہیں اور ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی شان میں اپنی مرضی سے کمی بیشی کرنے والے ، یہ نام نہاد عاشقانِ رسول صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم اور حقیقت میں گُستاخانِ رسول صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم ، گُستاخ کہتے ہیں ،
اگر ہم بھی اِن نام نہاد عاشقانِ رسول صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی طرح بے بنیاد اور مَن گھڑت قصے کہانیوں کو مان کر بھانڈوں اور میراثیوں والی ، یہود و نصاریٰ والی حرکتیں کرنے لگیں تو پھر ہم پر گُستاخیءِ رسول ہونے کا فتویٰ نہیں لگے گا ، بلکہ ہمیں بھی اپنی طرح عاشقیءِ رسول صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کا تمغہ دیں گے۔ وَ اللَّہُ المُستعان و إلیہِ نشتکی۔

::::: (102) :::::رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی قبر پر یا کسی اور کی قبر پر موجود چھت کو بارش حاصل کرنے کی نیت سے ہٹانا۔ بحوالہ [الرَّد علی البکری ، اور ، التوسل انواعُہُ و احکامہُ]

::::: (103) :::::رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی قبر پر آنے جانے والوں کے ہاتھ اپنی ضروریات کو لکھ کر بھیجنا یہ سمجھ کر کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم یہ خط یا رُقعے پڑھتے ہیں اور لوگوں کی ضروریات کو پورا کرتے ہیں۔

::::: (104) :::::رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی قبر پر جانے والوں کو یہ نصیحت کرنا کہ """ وہاں جا کر اپنی زُبان سے اپنے لیے دُعا نہ کرنا اور نہ ہی اپنی کسی ضرورت کو زُبان پہ لانا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم تُم سے بھی زیادہ تُمہاری ضروریات کو جانتے ہیں """ ۔

::::: (105) :::::یہ عقیدہ رکھنا کہ """رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی زندگی اور موت میں کوئی فرق نہیں ، لہذا جیسے وہ جیتے جی اپنے اُمتیوں کے حالات ، اُن کی نیتوں ، اُن کی ضروریات ، اُن کی پریشانیوں ، اور

اُن کے خیالات سے واقفیت رکھتے تھے مرنے کے بعد بھی اُسی طرح اِن سب چیزوں کو جانتے ہیں """۔
إِمام الالبانی رحمہُ اللہ ورفع درجاتہُ کہتے ہیں کہ """"" مندرجہ بالا دونوں بِدعات میں نے ابن الحاج (رحمہُ اللہ) کی کتاب "المدخل" میں سے نقل کی ہیں، اور ابن الحاج (رحمہُ اللہ) نے اِن کو ایسے یقین سے نقل کیا ہے گویا کہ اِن کاموں کے لیے کوئی صریح دلیل موجود ہے ہو سکتا آپ کو یہ جان کر تعجب ہو رہا ہو کیونکہ یہ بات معروف ہے کہ اِس کتاب میں ابن الحاج (رحمہُ اللہ) نے بدعات کو چُن چُن کر اُن کا ذِکر کیا ہے، لیکن یہ جاننے کے بعد آپ کا تعجب ختم ہو جائے گا کہ ابن الحاج (رحمہُ اللہ) اپنے عِلم میں کِسی اور کی اِتباع کرتے تھے اور صُوفیوں کے مذاہب اور قصوں سے بڑی حد تک مُتاثر تھے، یہ جاننے کے بعد آپ کا یقین اِس بات پر مزید پکا ہو جائے گا کہ إِمام مالِک (رحمہُ اللہ) کا یہ کہنا بالکل دُرُست ہے کہ """كُلُّ أحدٍ يُؤخَذ مِن قَولهِ، ويُترَك إِلَّا صاحبُ هذا القبر::: ہر کسی کی باتوں میں سے (کوئی) بات مانی بھی جاتی ہے اور رد بھی کی جاتی ہے، سِوائے اِس قبر والے (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم) کی بات کے (کہ اُن صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی بات صِرف مانی ہی جانے کی حق دار ہے، کسی کو یہ حق نہیں کہ اُن صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی کسی بات کو رد کرے)"""۔
شیخ الِاسلام إِمام ابن تیمیہ رحمہُ اللہ ورفع درجاتہُ """الرد علی البکری""" میں کہتے ہیں """کُچھ لوگ یہ بد گُمانی رکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم، یا کوئی شیخ (پیر، ولی، شہید یا حضرت وغیرہ) اُن کی ضروریات کو جانتے ہیں اور اِس چیز کی قدرت رکھتے ہیں کہ اُن کے گُناہوں کو معاف کر دیں اور اُنکی ضروریات کو پورا کر دیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم یا کوئی شیخ (پیر، ولی، شہید یا حضرت وغیرہ) ہر اُس کام کی قدرت رکھتے ہیں جِس کی قدرت اللہ تعالیٰ رکھتا ہے اور جو کُچھ اللہ تعالیٰ جانتا ہے یہ لوگ وہ سب کُچھ جانتے ہیں، اور میں نے ایسا عقیدہ رکھنے والے لوگوں کو دیکھا ہے اور اُن سے یہ سب کُچھ سُنا ہے، یہ بات کہنے والوں میں ایسے لوگ بھی ہیں جِن کی پیروی کی جاتی ہے اور ایسے بھی ہیں جو قاضی مُفتی اور مُدرِس ہیں، واللَّهُ المُستعان وَ لا حَول و لا قوۃَ إِلَّا باللَّه"""""۔
اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہر وہ عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے جِس سے وہ راضی ہوتا ہے اور ہر اُس عمل سے محفوظ رکھے جو اُس کی اور اُس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی نافرمانی والا ہے۔
کِسی بھی قاری کے ذہن میں کوئی سوال ہو تو بلا جھجک و تکلف سامنے لائے، اللہ تعالیٰ کے حُکم سے سب کے لیے فائدہ مند ہو گا، کچھ سیکھنے میں شرم و جھجک اور تکبر و تکلف نقصان دہ ہوتا ہے اور اِنسان کو سیکھنے سے دور رکھتا ہے،
أمیر المؤمنین فی الحدیث إِمام البُخاری رحمہُ اللہ ورفع درجاتہُ نے اپنی صحیح میں إِمام مجاہد رحمہُ اللہ کا ایک قول نقل کِیا ہے جو کہ بڑے ہی پتے کی بات ہے، اور وہ یہ ہے کہ """لَایَتَعَلَّمُ الْعِلْمَ مُسْتَحيٍ وَلَا مُسْتَكْبِرٌ::: شرم اور تکبر

کرنے والا علم حاصل نہیں کر سکتا """، صحیح البخاری/کتاب العِلم/باب 50۔

ابھی ابھی اِمام دار الہجرت (مدینہ المنورہ) مالک بن انس رحمہُ اللہ ورفع درجاتہٗ کا ایک عظیم فرمان ذِکر کیا گیا تھا، اُن کا ایک اور قول بھی ذِکر کرنا چاہ رہا ہوں جو پہلے قول کی طرح عظیم ہے، اور اللہ کے دِین کا اللہ کے ہاں مقبول مذھب (راستہ) بتانے والا ہے، بغور وتدبر پڑھیے،

"""سَنّ رُسولُ اللَّه صَلی اللہُ علیه وسلم ووَلاۃُالأمورِبَعدَہُ سُنناً، الأخذبِہاإتباع لِكتاب اللَّهِ، وإستكمال بِطاعةِاللَّه، وقُوّةٌعَلىٰ دِينِ اللَّه، لَايَسئلِ أحدٍتغييرِها، ولاتَبدِيلِها، ولاالنَّظرُفي شيءٍخالفها، مَن أهتدىٰ بهافهُومُهتدٍ، ومَن أستنصرَبهافهُومَنصورٍ، ومَن تركهاأتبعَ غَيرَسَبيلِ المُؤمِنِينَ، ووَلّاہُ اللَّهُ ماتَولَّى، وأصلاہُ جهنمَ، وساءت مَصيراً ::: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے، اور اُن کے بعد خلفاء (راشدین) نے سنتیں بنائی ہیں، اِن سُنتوں پر عمل کرنا اللہ کی کتاب کی اتباع کرنا ہے، اور اللہ کی تابع فرمانی کو مکمل کرنا ہے، اور اللہ کے دِین کے لیے طاقت حاصل کرنا ہے، کسی کے لیے بھی یہ جائز نہیں کہ وہ اِن سُنتوں میں تبدیلی کرے یا اِن سُنتوں کو کسی اور کام سے بدل دے، اور نہ ہی یہ جائز ہے کہ اِن سُنتوں کے خلاف کسی معاملے کی طرف دیکھے، جو کوئی اِن سُنتوں کے ذریعے (اللہ کی) ہدایت طلب کرے گا وہی ہدایت پائے گا، اور جو کوئی اِن سُنتوں کے ذریعے (اللہ کی) مدد چاہے گا تو وہ مدد پائے گا، اور جو کوئی اِن سُنتوں کو چھوڑے گا وہ اِیمان والوں کا راستہ چھوڑ کر کسی اور کے راستے پر چلنے والا ہو گا، اور اللہ اُسے اُسی طرف پھیرے رکھے گا جِس طرف وہ خود پھِر گیا، اور اللہ اُسے جہنم سے مِلا دے گا، اور (یہ جہنم والا راستہ) بہت بُرا راستہ ہے""""" مؤطا مالک /(بتحقيق محمدمصطفى الأعظمي)/ بعض أقاويل مالك رحمه الله تعالى/وجوب الأخذبسنةرسول اللَّه صلى الله عليه وسلم،

اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیں ہمت دے کہ ہم اپنے دِلوں اور دِماغوں میں سے مذھبوں، مسلکوں جماعتوں اور شخصیات سے متعلق ضد، تعصب اور ہٹ دھرمی نکال سکیں، اور ہمیں اِس راستے کو جاننے، پہچاننے، اپنانے اور اسی پر چلتے ہوئے اُس کے سامنے حاضر ہونے والوں میں بنائے، آمین،

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔ والسلام علیکم۔

عادِل سُہیل ظفر

adilsuhail@gmail.com

::::: خصوصی وضاحت ::::: یہ اِس کتاب کا دوسرا اصدار ہے جو فی الحال صِرف نرم

مُلحق رقم 1 ::: مُسلمانوں کی قبروں کی تعظیم کی حُدود :::

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے مُسلمان کی قبر کی عزت کی حُدود مقرر فرما دِی ہیں ، اور اُن حُدود سے نکلنے سے منع فرما دِیا ہے ، پس کسی مُسلمان کے یہ جائز نہیں کہ وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی نافرمانی کرے کیونکہ اُن صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی نافرمانی اللہ کی نافرمانی ہے ،

آیے سیکھتے اور سمجھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے مُسلمانوں کی قبروں کی عِزت کی کیا حُدود مُقرر فرمائی ہیں :::

مسلمانوں کی قبروں پر بیٹھنا (بلا ضرورت کسی مُسلمان کی قبر پر چڑھنا) ممنوع ہے ،

قبروں پر مٹی کا لیپ کرنا حرام ہے ، لہٰذا سیمنٹ اور پتھروں سے قبر کو پکا کرنے کا حُکم تو اُس سے بھی بڑھ شدید حُرمت والا ہوا ،

قبر پر کچھ بھی تعمیر کرنا حرام ہے ، خواہ وہ صِرف چار ستونوں پر رکھی گئی گھاس پھونس اور تنکوں کی چھت ہی ہو ،

کسی قبر کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھنا حرام ہے ،

قبرستان میں نماز پڑھنا حرام ہے ،

قبرستان میں نماز جنازہ پڑھنا بھی حرام ہے ،

قبروں کو کسی بھی انداز میں عبادت کرنے کی جگہ بنانا حرام ہے ، یعنی نماز پڑھنے کے لیے مسجد بنانا بھی ، اور نماز کے عِلاوہ ، ذِکر اذکار ، قران کریم کی قرات کرنے کی جگہ بنانا بھی حرام ہے ، خواہ وہ قبریں پہلے سے موجود ہوں اور مسجد کی توسیع وغیرہ کے چکر میں انہیں مسجد میں شامل کیا جائے ، یا کسی مسجد میں کوئی نئی قبر بنائی جائے ، گھوم پِھر کر بات وہی ہو جاتی ہے کہ قبر عبادت کی بن جاتی ہے ،

قبروں کو بار بار ، پلٹ پلٹ کر آ آ کر ، مخصوص دِن اور اوقات مقرر کر کے زیارت والی جگہ بنانا حرام ہے ،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی آخری وصیتوں میں سے ہے ، جِس کو اُنہوں نے بار بار یاد کروایا ، بلکہ ایسا کرنے والوں پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے لعنت کی ، اور بد دُعا بھی کی ،
مذکورہ بالا مسائل کی دلیل کے طور پر بہت سی صحیح اَحادیث شریفہ ملتی ہیں ، بات کو مختصر لیکن اِن شاءاللہ صحیح ثابت شدہ دلائل سے پُر رکھتے ہوئے میں چند ایک احادیث شریفہ بیان کرتا ہوں تا کہ یہ احادیث شریفہ ، اِن شاء اللہ پڑھنے والوں کو مُسلمانوں کی قبروں کی تعظیم کی حُدود کا عِلم ہو جائے ، اور قبروں کی تعظیم سے متعلق جن کاموں کو ممنوع قرار دِیا گیا ہے اُن کے بارے میں معلوم ہو جائے ، اور اگر قارئین کرام میں سے کوئی ایسے کِسی کام کا شکار ہے تو اللہ تعالیٰ اُسے نجات دے ،

❶ >>> جابر رضی اللہ عنہُ سے روایت ہے کہ ﴿نَهَى رَسُولُ اللَّهِ(صلى الله عليه وعلى آله وسلم)أَنْ يُجَصَّصَ الْقَبْرُ وَأَنْ يُقْعَدَ عَلَيْهِ وَأَنْ يُبْنَى عَلَيْهِ:::رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے قبروں پر مٹی کا لیپ کرنے ، اُن پر بیٹھنے ، اور اُن پر کچھ بھی تعمیر کرنے سے منع فرمایا ہے﴾ صحیح مُسلم/حدیث 2289/کتاب الجنائز/باب 32،

❷ >>> اَبو ہُریرہ رضی اللہ عنہُ کا کہنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے اِرشاد فرمایا
﴿لَأَنْ يَجلِسَ أحدُكُم عَلىٰ جَمرَةٍ فَتُحرِقَ ثِيابَهُ ، فَتَخلُصَ إِلىٰ جِلدِهِ ، خَيرٌ لَهُ مِن أَن يَجلِسَ عَلىٰ قَبرٍ :::اگر تُم سے کوئی دہکتے ہوئے کوئلے پر بیٹھے اور وہ کوئلہ اُس کے کپڑوں کو جلاتا ہوا اُس کی جِلد تک جا پہنچے تو یہ اِس سے بہتر ہے کہ وہ آدمی کِسی قبر پر بیٹھے﴾ صحیح مُسلم / حدیث 2292/کتاب الجنائز/باب 33، صحیح ابن حبان/ حدیث 3166/کتاب الجنائز/باب 3، سُنن ابو داؤد/ حدیث 3230/کتاب الجنائز/باب 77،

❸ >>> اَبو مرثَد الغَنوِی رضی اللہ عنہُ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے اِرشاد فرمایا
﴿لاَتَجلِسُوا عَلَى الْقُبُورِ وَلاَتُصَلُّوا إِلَيْهَا::: قبروں پر مت بیٹھو اور نہ ہی اُن کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھو﴾ صحیح مُسلم /حدیث 2294/کتاب الجنائز/باب 33،سُنن ابو داؤد/ حدیث 3231/کتاب الجنائز/باب 77،سُنن الترمذی/حدیث 1069/کتاب الجنائز/باب 57، صحیح ابن حبان/ حدیث 2320/کتاب الصلاۃ / باب 16،

❹ >>> عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم نے اِرشاد فرمایا
﴿اِجْعَلُوا فِي بُيُوتِكُمْ مِنْ صَلاَتِكُمْ، وَلاَتَتَّخِذُوهَا قُبُورًا:::اپنی نمازوں میں کچھ اپنے گھروں میں بھی ادا کیا کرو، اور اپنے گھروں کو (نماز نہ پڑھ کر) قبرستان مت بناؤ﴾ صحیح البخاری/حدیث 432/کتاب الصلاۃ /باب 52 ، صحیح مسلم/حدیث 1856/کتاب صلاۃ المُسافرین/باب 29،

5 >>> انس ابن مالک رضی اللہ عنہُ سے روایت ہے کہ ((((أنَّا لنَّبِيُّ صَلى اللہُ عَليه وَسلَّم نَھَیٰ أن يُصَلَّی عَلَی الجنائزِبَینِ القُبورِ:::بے شک نبی اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے قبروں کے بیچ (یعنی قبرستانوں میں) جنازوں پر نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے)))) صحیح الجامع الصغیر وزیادتہُ/حدیث 6834، مکمل تخریج اور صحت کے لیے دیکھیے امام الالبانی رحمہُ اللہ و رفع درجاتہُ کی """ احکام الجنائز/ مسئلہ/72 ص 137، اور مسئلے کی خوب وضاحت کے لیے دیکھیے، مسئلہ 125/ عنوان 7/ صفحہ 269"""۔

6 >>> جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہُ سے روایت ہے کہ اُنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی وفات سے پانچ دِن پہلے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا کہ ﴿إِنِّي أَبْرَأُإِلَى اللَّهِ أَنْ يَكُونَ لِي مِنْكُمْ خَلِيلٌ فَإِنَّاللَّهَ تَعَالَى قَدِاتَّخَذَنِي خَلِيلاً كَمَااتَّخَذَإِبْرَاهِيمَ خَلِيلاًوَلَوْكُنْتُ مُتَّخِذًامِنْ أُمَّتِي خَلِيلاً لاَتَّخَذْتُ أَبَابَكْرٍخَلِيلاً أَلاَوَإِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَانُوايَتَّخِذُونَ قُبُورَأَنْبِيَائِهِمْ وَصَالِحِيهِمْ مَسَاجِدَأَلاَفَلاَتَتَّخِذُواالْقُبُورَمَسَاجِدَإِنِّي أَنْهَاكُمْ عَنْ ذَلِكَ:::میں اللہ کے سامنے اِس بات سے برأت کا اظہار کرتا ہوں کہ تُم لوگوں میں میرا کوئی خلیل (انتہائے محبت کے درجے والا محبوب) ہے، کیونکہ بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا خلیل اپنا رکھا ہے، جیسا کہ اُس نے اِبراہیم (علیہ السّلام) کو اپنا خلیل اپنایا، اور اگر میں نے اپنی اُمت میں سے کِسی کو اپنا خلیل بناتا تو اَبُو بکر کو بناتا، خبر دار، ہوشیار رہو، تم سے پہلے لوگوں نے اپنے نبیوں اور نیک لوگوں کی قبروں کو سجدہ کرنے کی جگہ بنا لیا، خبرادار ہوشیار رہو، قبروں کو سجدہ گاہیں مت بنانا، کیونکہ میں تمہیں اِس چیز سے منع کر رہا ہوں﴾ صحیح مسلم / حدیث 1216/کتاب المساجد و المواضع الصلاۃ/ باب 4، النھی عن البناءَ المسجد علیٰ القبور و اتخاذ الصور فیھا، و النھی عن اتخاذ القبور مساجد

7 >>> اَبو ہریرہ رضی اللہ عنہُ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے فرمایا ﴿اللَّهُمَّ لاَتَجْعَلْ قَبْرِي وَثَناًلَعَنَ اللَّهُ قَوْماًاتَّخَذُواقُبُورَأَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ:::اے اللہ میری قبر کو ایسی چیز مت بننے دینا جس کی عبادت کی جانے لگے، اللہ کی لعنت ہے اُس قوم پر جو اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیتی ہے﴾ مُسند احمد / حدیث 7561/مُسند ابی ہُریرہ میں سے حدیث رقم 243، مُسنَد اَبی یعلیٰ الموصلی، حدیث 2251، اِمام البانی رحمہُ اللہ نے اِس حدیث کو صحیح قرار دِیا،

8 >>> عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہُ کا کہنا ہے کہ اُنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ ﴿إنَّ مِن شِّرار النَّاسِ مَن تُدرِكُهُم السَّاعة و هُم أحياءٌ ، و مَن يَتخِذُ القُبورَ مَساجِد:::سب سے بُرے لوگ وہ ہیں جِن پر قیامت واقع ہوگی، اور جو لوگ قبروں کو سجدہ گاہیں بنا لیتے ہیں﴾ صحیح ابن خزیمہ /

حدیث 789 کتاب الصلاۃ/ باب الزجر عن اتخاذ القبور مساجد، مسند أحمد / حدیث 4430/مُسند عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہُ میں سے حدیث رقم 816، مُسنَد أبي یعلی الموصلي/ حدیث 5295، حدیث صحیح ہے،

⑨ >>> اِیمان والی کی امی جان عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا کہنا ہے کہ """""جِس بیماری سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم (زندہ) کھڑے نہ ہو سکے، اُس بیماری کے دوران، میں نے اُن صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ ﴿لَعنَ اللَّهُ اليهوُدَ و النَّصاریٰ أتخذوا قُبُورَ أنبيائَهُم مَساجِد::: اللہ نے یہودیوں اور عیسائیوں پر لعنت کی کیونکہ اُنہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا﴾، اور پھر امی جان عائشہ صدیقہ بنت الصدیق رضی اللہ عنہما و أرضاہُما نے فرمایا""""" فَلولا ذاك أبرِزَ قبرهُ غير أنهُ خُشِيَ أن يُتَخَذُ مَسجداً:::اگر ایسا (اللہ کی لعنت والا معاملہ) نہ ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی قبر کو ظاہر رکھا جاتا، صرف اِسی ڈر سے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی قبر کو ظاہر کر کے نہیں بنایا گیا کہ کہیں)اُن صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی قبر کو سجدہ گاہ نہ بنا لیا جائے""""" صحیح البُخاری /حدیث 1324/کتاب الجنائز /باب ما يُكرَه مِن اتخاَذ المساجد على القبور ، کی پہلی حدیث ،اور، باب مَا جَاءَ فِي قَبْرِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ رضی اللہ عنہما میں متکرر بھی،،، صحیح مسلم / حدیث 1212/کتاب المساجد و المواضع الصلاۃ/ باب 4 ، النَّهْيِ عَنْ بِنَاءِ الْمَسَاجِدِ عَلَى الْقُبُورِ وَاتِّخَاذِ الصُّوَرِ فِيهَا وَالنَّهْيِ عَنِ اتِّخَاذِ الْقُبُورِ مَسَاجِدَ،

مندرجہ بالا اُحادیث مقدسہ سے ہمیں اُنتہائی واضح طور پر یہ پتہ چلتا ہے کہ قبروں کی تعظیم کِس حد تک جائز ہے؟
اور پھر کہاں سے وہ تعظیم حرام کے زُمرے میں داخل ہو جاتی ہے؟
اور یہ کہ اِن احکام میں کِسی بھی قبر کی کوئی خصوصیت نہیں، کِسی قبر کو کوئی اِستثناء نہیں، خواہ وہ کِسی نبی علیہ السلام کی ہی ہو،
مذکورہ بالا احادیث شریفہ میں بڑی صراحت سے نبیوں علیہم السلام کی قبروں کو عبادت کی جگہ بنانے سے ممانعت کی گئی ہے، اور ایسا کرنے والوں پر لعنت کی گئی ہے، تو جو بزرگان انبیاء علیہم السلام، سے کم درجہ والے ہیں مثلاً صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین ، تابعین، تبع تابعین، اَئمہ کرام، صالحین، شہدا اور اولیاء رحمہم اللہ، اُن کی قبریں کِس طرح اُس عِزت اور تکریم کی حق دار ہو سکتی ہیں جو عِزت اور تکریم انبیاء علیہم السلام کی قبروں کے لیے جائز نہیں رکھی گئی؟؟؟

﴿إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّأُولِي الْأَبْصَارِ::: بے شک اِس میں بصیرت والوں کے لیے نصیحت ہے﴾

﴿فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ::: پس عبرت (نصیحت) حاصل کرو، اے بصیرت والو﴾

ان احادیث مُبارکہ سے یہ مسئلہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ یہ معاملہ یہودیوں اور عیسائیوں کے لیے خاص نہیں بلکہ کِسی بھی قوم کے لیے اِس کا یہ ہی حکم ہے، جیسا کہ ابھی ابھی بیان کی گئی حدیثوں میں سے حدیث رقم 7 اور 8 سے صاف ظاہر ہے،

اور حدیث رقم 9 میں اِس مسئلے کے بارے میں صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کا فہم اور مذھب و مسلک بھی نُمایاں ہے، کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کے اِن فرامین مبارکہ سے یہ ہی سمجھا کہ کسی کی قبر کو عبادت کی جگہ نہیں بنایا جا سکتا، اور یہ بھی واضح ہوا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کے اِس اندیشے کو بھی سمجھ چکے تھے کہ اگر اُن صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی قبر کو بلند اور نُمایاں کیا گیا تو لوگ اُس قبر کو عبادت گاہ بنا لیں،

سُبحان اللہ، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کا یہ اندیشہ سچا ثابت ہوا کہ جب سے اُن کی قبر کو مسجد نبوی علی صاحبہ الصلاۃ والسلام میں شامل کر دِیا گیا، قبر کو نمایاں کیا گیا، لوگوں نے اُس قبر کو عبادت کی جگہ بنا لیا، مسجد نبوی علی صاحبہ الصلاۃ و السلام کی زیارت کے سفر کی بجائے قبر نبوی علی صاحبہ الصلاۃ والسلام کی زیارت کے سفر ہوتے ہیں، جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے اِس سے بھی منع فرما رکھا ہے ﴿لَاتَجْعَلُوا بُيُوتَكُمْ قُبُورًا وَلَا تَجْعَلُوا قَبْرِي عِيدًا وَصَلُّوا عَلَيَّ فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ تَبْلُغُنِي حَيْثُ كُنْتُمْ::: تُم لوگ اپنے گھروں کو قبرستان مت بنانا (کہ اُن میں نماز اور قران نہ پڑھو)، اور نہ ہی میری قبر کو پلٹ پلٹ کر آنے والی جگہ بنانا، اور تُم لوگ جہاں کہیں بھی ہو وہیں سے میرے لیے رحمت کی دُعاء کیا کرو کیونکہ تُم لوگ کہیں بھی ہو، تُم لوگوں کی (میرے لیے کی جانے والی رحمت کی) دُعاء (کی خبر) مجھ تک پہنچائی جاتی ہے (پہنچائی جائے گی)﴾ سُنن ابو داؤد/حدیث 2094/کتاب المناسک/باب 99، اِمام الالبانی رحمہُ اللہ نے صحیح قرار دِیا،

اِس مذکورہ بالا حدیث شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے یہ حکم دِیا ہے کہ رسول اللہ کی قبر کو ایسی جگہ بنانا جائز نہیں جہاں بار بار پلٹ پلٹ کر جایا جائے، جہاں جانے کے دِن اور اوقات مقرر کر لیے جائیں،

اور یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم پر صلاۃ (رحمت کی دُعاء) کرنے کے لیے اُن صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی قبر تک پہنچنا ضروری نہیں۔ اللہ کے فرشتے اُن صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کو اُن کے اُمتیوں کی طرف سے کی گئی رحمت کی دُعاء کی خبر پہنچاتے ہیں،،،، اِس سے ہمیں یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کو اللہ جلّ وعلا نے دُنیا سے واپس بلانے کے بعد جس بھی اعلیٰ ترین مقام و مکان میں رکھا ہوا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم اُس مقام و مکان کے علاوہ کسی اور جگہ حاضر و ناظر و سامع نہیں ہوتے۔

﴿إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّأُولِي الْأَبْصَارِ::: بے شک اِس میں بصیرت والوں کے لیے نصیحت ہے﴾

﴿فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ::: پس عبرت (نصیحت) حاصل کرو، اے بصیرت والو﴾

مزید اور مکمل تفصیل اور تحقیق کے طلبگار قارئین کرام اِمام البانی رحمہُ اللہ و رفع درجاتہُ کی """ تحذیر الساجد مِن اِتخاذ القبور مَساجِد """ کا، اور اُردو پڑھنے والے """ قبروں پر مسجدیں """ کا مطالعہ فرمائیں، اِن شاء اللہ تمام شبہات دور ہو جائیں گے۔

مُلحق 2 ::::: خلیل 'اور حبیب کا فرق :::::

میں نے حدیث رقم 5 کے ترجمے میں """ خلیل """ کے ترجمے کو قوسین میں یوں لکھا ہے کہ (انتہائے محبت کے درجے والا محبوب)، اِس کی کچھ وضاحت پیش کرنا اِن شاء اللہ ہم سب کے لیے نفع بخش عِلم میں اضافے اور عمل کی دُرستگی کا سبب ہو گا،

اِمام ابن القیم رحمہُ اللہ نے """ مدارج السالکین / فصل فی مراتب المحبۃ """ میں محبت کی دس اقسام ذِکر کی ہیں اور دسویں قِسم کے بیان میں لکھا ہے کہ :::

"""""العاشرة مرتبة الخلة ، التي انفرد بها الخليلان إبراهيم ومحمد صلى الله عليهما وسلم كما صح عنه أنه قال """ إن الله اتخذني خليلا كما اتخذ إبراهيم خليلا """ وقال """لو كنت متخذا من أهل الأرض خليلا لاتخذت أبا بكر خليلا ولكن صاحبكم خليل الرحمن """ والحديثان في الصحيح وهما يبطلان قول من قال الخلة لابراهيم والمحبة لمحمد فابراهيم خليله ومحمد حبيبه

والخلة هي المحبة التي تخللت روح المحب وقلبه حتى لم يبق فيه موضع لغير المحبوب

دسواں درجہ خللیت ہے، ایسا درجہ جس کو پانے والے دو ہی خلیل منفرد ہیں، ابراہیم اور محمد علیہما السلام جیسا کہ محمد صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم سے صحیح ثابت ہے کہ انہوں نے فرمایا """ بے شک اللہ نے مجھے اُسی طرح خلیل اپنایا ہے جس طرح ابراہیم (علیہ السلام) کو خلیل اپنایا""" اور فرمایا """اگر میں زمین والوں میں سے کسی کو خلیل اپناتا تو ابو بکر (رضی اللہ عنہُ) کو خلیل اپناتا، لیکن تُم لوگوں کا صاحب (محمد صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم) تو رحمٰن کا خلیل ہے، اور یہ دونوں ہی احادیث صحیح ہیں ، اور یہ دونوں احادیث اُن لوگوں کی بات کو باطل کرتی ہیں جو لوگ یہ کہتے کہ (اللہ کی) خلیلیت ابراہیم (علیہ السلام) کے لیے (خاص) ہے اور محبت محمد (صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم) کے لیے (خاص) ہے، لہٰذا ابراہیم (علیہ السلام) اللہ کے خلیل ہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم) اللہ کے محبوب ہیں،

اور خلیلیت تو ایسی محبت ہوتی ہے جو محبت کرنے والے کی رُوح اور دِل میں اس طرح سرایت کر جاتی ہے کہ اُس کے دِل کی ہر جگہ محبوب کے لیے ہو جاتی ہے"""""،

اور """ الداء والدواء / فصل النبی خلیل اللہ """ میں لکھا ::: """""وأما مايظنه بعض الغالطين : أنالمحبةأكمل مِن الخلة،وأن إبراهيم خليل الله،ومحمد صلى الله عليه وسلم حبيب الله فمن جهله،فإن المحبةعامة،والخلةخاصة،والخلةنهايةالمحبة،وقدأخبرالنبي صلى الله عليه وسلم أن الله اتخذه خليلاً كمااتخذإبراهيم خليلاً،ونفى أنيكون له خليل غيرربه،مع إخباره بحبه لعائشةولأبيهاولعمربن الخطاب

وغيرهم .وأيضاًفإن الله سبحانه:يحب التوابين،ويحب المتطهرين، ويحب الصابرين،و يحب المحسنين،ويحب المقسطين،والشاب التائب :حبيب الله .وخلته خاصةبالخليلين .و إِنَّمَا هذا مِن قِلّةِالعِلمِ والفهمِ عنالله ورسوله صلى الله عليه وسلم:::اور یہ جو کچھ غلط فہمی رکھنے والے لوگ سمجھتے ہیں کہ محبت خلیلیت سے زیادہ مکمل درجہ ہے، اور یہ کہ اِبراہیم (علیہ السلام) اللہ کے خلیل ہیں،اور محمد صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم، اللہ کے حبیب ہیں، جبکہ (حقیقت یہ ہے کہ) محبت عام (جذبہ) ہے،اور خلیلیت خاص ،اور خلیلیت محبت کی انتہاء ہے،اور نبی اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے یہ خبر دی ہے کہ اللہ نے انہیں خلیل اپنایا ہے جس طرح اللہ نے ابراہیم (علیہ السلام) کو خلیل اپنایا،اور (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نےاُم المؤمنین)عائشہ رضی اللہ عنہا سے، اور اُن کے والد (ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہُ) سے،اور عُمرابن الخطاب(رضی اللہ عنہما) سے اپنی محبت کی خبر بھی دی ہے اور اس کے باوجودِاِس بات سے برأت کا اظہار فرمایا کہ اللہ کے علاوہ اُن کا کوئی اور خلیل ہے،

اور اسی طرح (یہ بھی دیکھیے کہ)اللہ سُبحانہُ (نے اُس کے اپنے بارے میں یہ خبریں دِی ہیں کہ وہ)توبہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے،اور پاکیزگی اختیار کرنے والوں سے محبت کرتا ہے، اور صبر کرنے والوں سے محبت کرتا ہے، اور احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے،اور انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے،اور توبہ کرنے والاجوان آدمی اللہ کا محبوب ہوتا ہے،

اور اللہ کی خلیلیت صِرف دوخلیلیوں کے لیے ہی خاص ہے،

اور (یہ جو کچھ آغاز میں بیان کیا گیا) یہ سب اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کے (فرامین اور احکام کے) بارے میں (دُرُست) سمجھ داری کی کمی کی وجہ سے ہے"""""،

پس یہ سمجھ لینا چاہیے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم بھی،اِبراہیم علیہ السلام کی طرح اللہ کے خلیل ہیں، اور حبیب سے بلند اور مکمل محبت والے درجے خلیلیت کے حامل ہیں، اور یہ درجہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ساری ہی مخلوق میں سے صِرف انہی دو پاک شخصیات کو عطاء فرمایا ہے۔وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین،والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔